يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (سورة النساء 59)

تقلید ائمہ رحمۃ اللہ علیہم اور مقام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

DR. MOHAMMAD NAJEEB QASMI

www.najeebqasmi.com

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا االرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ

(سورۃ النساء،۵۹)

ڈاکٹر مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

www.najeebqasmi.com

Taqleed-e-A'immah aur Maqam-e-Abu Hanifah

By Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

نام کتاب: تقلید ائمہ اور مقام ابوحنیفہؒ
مصنف: ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی سنبھلی
پہلا ایڈیشن: مارچ ۲۰۱۶ء

www.najeebqasmi.com
najeebqasmi@gmail.com

Publisher ناشر

فریڈم فائٹر مولانا اسماعیل سنبھلی ویلفئیر سوسائٹی، دیپاسرائے، سنبھل، یوپی، ہندوستان
Freedom Fighter Molana Ismail Sambhali Welfare Society, Deepa Sarai, Sambhal U.P. Pin Code: 244302

کتاب مفت ملنے کا پتہ

ڈاکٹر محمد مجیب، دیپاسرائے، سنبھل، مراد آباد، یوپی، 244302

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم ِوَعَلٰی آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

پیش لفظ

حضور اکرم ﷺ نہ صرف خاتم النبیین ہیں بلکہ آپ ﷺ کی رسالت عالمی بھی ہے، یعنی آپ ﷺ صرف قبیلہ قریش یا عربوں کے لئے نہیں، بلکہ پوری انسانیت کے لئے ،اسی طرح صرف اُس زمانہ کے لئے نہیں جس میں آپ ﷺ پیدا ہوئے بلکہ قیامت تک آنے والے تمام انس وجن کے لئے نبی ورسول بنا کر بھیجے گئے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں امت مسلمہ خاص کر علماء دین کی ذمہ داری ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد دین اسلام کی حفاظت کرکے قرآن وحدیث کے پیغام کو دنیا کے کونے کونے تک پہنچائیں۔ چنانچہ علماء کرام نے اپنے اپنے زمانہ میں رائج جائز طریقوں سے اس اہم ذمہ داری کو بحسن خوبی انجام دیا۔ علماء کرام کی قرآن وحدیث کی بے لوث خدمات کو بھلایا نہیں کیا جاسکتا ہے اور انشاء اللہ ان علمی خدمات سے کل قیامت تک استفادہ کیا جاتا رہے گا۔ عصر حاضر میں نئی ٹکنولوجی (ویب سائٹ، واٹس اپ، موبائل ایپ، فیس بک اور یوٹوب وغیرہ) کو دین اسلام کی خدمت کے لئے علماء کرام نے استعمال کرنا شروع تو کردیا ہے مگر اس میں مزید اور تیزی سے کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

الحمد للہ، بعض احباب کی ٹیکنیکل سپورٹ اور بعض محسنین کے مالی تعاون سے ہم نے بھی دین اسلام کے خدمت کے لئے نئی ٹکنولوجی کے میدان میں گھوڑے دوڑا دئے ہیں تاکہ اس خلا کو ایسی طاقتیں پُر نہ کردیں جو اسلام اور مسلمانوں کے لئے نقصان دہ ثابت ہوں۔ چنانچہ ۲۰۱۳ میں ویب سائٹ لانچ کی گئی، ۲۰۱۵ میں تین زبانوں میں دنیا کی پہلی موبائل ایپ (**Deen-e-Islam**) اور پھر احباب کے تقاضہ پر حجاج کرام کے لئے تین زبانوں میں خصوصی ایپ (**Hajj-e-Mabroor**) لانچ کی گئی۔ ہندوپاک کے متعدد علماء کرام واداروں نے دونوں ایپس کے لئے تاییدی خطوط تحریر فرماکر عوام وخواص سے دونوں ایپس سے استفادہ کرنے کی درخواست کی۔ یہ تاییدی خطوط دونوں ایپس کا حصہ ہیں۔ زمانہ کی رفتار سے چلتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں مختصر دینی پیغام خوبصورت امیج کی شکل میں مختلف

ذرائع سے ہزاروں احباب کو پہنچ رہے ہیں، جو عوام وخواص میں کافی مقبولیت حاصل کئے ہوئے ہیں۔
ان دونوں ایپس (دین اسلام اور حج مبرور) کو تین زبانوں میں لانچ کرنے کے ضمن میں میرے تقریباً ۲۰۰ مضامین کا انگریزی اور ہندی میں مستند ترجمہ کروایا گیا۔ ترجمہ کے ساتھ زبان کے ماہرین سے ایڈیٹنگ بھی کرائی گئی۔ ہندی کے ترجمہ میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ ترجمہ آسان وعام فہم زبان میں ہوتا کہ ہر عام وخاص کے لئے استفادہ کرنا آسان ہو۔
اللہ کے فضل وکرم اور اس کی توفیق سے اب تمام مضامین کے انگریزی اور ہندی ترجمہ کو موضوعات کے اعتبار سے کتابی شکل میں ترتیب دے دیا گیا ہے تاکہ استفادہ عام کیا جاسکے، جس کے ذریعہ ۱۴ کتابیں انگریزی میں اور ۱۴ کتابیں ہندی میں تیار ہوگئی ہیں۔ اردو میں شائع شدہ ۷ کتابوں کے علاوہ ۱۰ مزید کتابیں طباعت کے لئے تیار کردی گئی ہیں۔ یہ کتاب (تقلید ائمہ اور مقام ابوحنیفہؒ) دادا محترم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ (۱۸۹۹۔۱۹۷۵) کی تقلید کی اہمیت وضرورت پر ایک جامع وعظیم تالیف (تقلید ائمہ) سے خصوصی استفادہ کرکے وقت کی ضرورت کے پیش نظر تحریر کی گئی ہے، مشہور تابعی حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی شخصیت پر تحریر کردہ مضمون بھی کتاب میں شامل کردیا گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ان ساری خدمات کو قبولیت ومقبولیت سے نواز کر مجھے، ایپس کی تایید میں خطوط تحریر کرنے والے علماء کرام، ٹیکنیکل سپورٹ کرنے والے احباب، مالی تعاون پیش کرنے والے محسنین، مترجمین، ایڈیٹنگ کرنے والے حضرات خاصکر جناب عدنان محمود عثمانی صاحب، ڈیزائنر اور کسی بھی نوعیت سے تعاون پیش کرنے والے حضرات کو دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی عطا فرمائے۔ آخر میں دار العلوم دیوبند کے مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم، مولانا محمد اسرار الحق قاسمی صاحب (ممبر آف پارلیمینٹ) اور پروفیسر اختر الواسع صاحب (لسانیات کے کمشنر، وزارت اقلیتی بہبود) کا خصوصی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اپنی تقریظ تحریر فرمائی۔ ڈاکٹر شفاعت اللہ خان صاحب کا بھی مشکور ہوں جن کی کاوشوں سے ہی یہ پروجیکٹ پائے تکمیل کو پہنچا ہے۔
محمد نجیب قاسمی سنبھلی (ریاض) ۵ جمادی الثانی ۱۴۳۷ھ = ۱۴ مارچ ۲۰۱۶ء

(Mufti) Abul Qasim Nomani
Mohtamim (VC) Darul Uloom Deoband

(مفتی) ابو القاسم نعمانی
مہتمم دار العلوم دیوبند، الہند

PIN- 247554 (U.P.) INDIA Tel: 01336-222429, Fax: 01336-222768 E-mail: info@darululoom-deoband.com

Ref. No..........　　　　　　　　　　Date:....................

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

جناب مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی مقیم ریاض (سعودی عرب) نے دینی معلومات اور شرعی احکام کو زیادہ سے زیادہ اہل ایمان تک پہونچانے کے لئے جدید وسائل کا استعمال شروع کرکے، دینی کام کرنے والوں کے لیے ایک اچھی مثال قائم فرمائی ہے۔

چنانچہ سعودی عرب سے شایع ہونے والے اردو اخبار (اردو نیوز) کے دینی کالم (روشنی) میں مختلف عنوانات پر ان کے مضامین مسلسل شایع ہوتے رہتے ہیں۔ اور موبائل ایپ اور ویب سائٹ کے ذریعہ بھی وہ اپنا دینی پیغام زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہونچا رہے ہیں۔ ایک اچھا کام یہ ہوا ہے کہ زمانہ کی ضرورت کے تحت مولانا نے اپنے اہم اور منتخب مضامین کے ہندی اور انگریزی میں ترجمے کرادیئے ہیں، جو الیکٹرونک بک کی شکل میں جلد ہی لانچ ہونے والے ہیں۔

اور امید ہے کہ مستقبل میں یہ پرنٹ بک کی شکل میں بھی دستیاب ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ مولانا قاسمی کے علوم میں برکت عطا فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔ مزید علمی افادات کی توفیق بخشے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۷/۶/۳ھ

15, South Avenue, New Delhi 110011
Ph.: 011-23795046 Telefax: 011-23795314
E-mail: mahaqqasmi@gmail.com
Date 19/03/2016

تاثرات

عصر حاضر میں دینی تعلیمات کو جدید آلات ووسائل کے ذریعہ عوام الناس تک پہنچانا وقت کا اہم تقاضہ ہے، اللہ کا شکر ہے کہ بعض دینی، معاشرتی اور اصلاحی فکر رکھنے والے حضرات نے اس سمت میں کام کرنا شروع کردیا ہے، جس کے سبب آج انٹرنیٹ پر دین کے تعلق سے کافی مواد موجود ہے۔ اگر چہ اس میدان میں زیادہ تر مغربی ممالک کے مسلمان سرگرم ہیں لیکن اب ان کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے مشرقی ممالک کے علماء وداعیان اسلام بھی اس طرف متوجہ ہورہے ہیں جن میں عزیزم ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی صاحب کا نام سرفہرست ہے۔ وہ انٹرنیٹ پر بہت سا دینی مواد ڈال چکے ہیں، باضابطہ طور پر ایک اسلامی واصلاحی ویب سائٹ بھی چلاتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد نجیب قاسمی کا قلم رواں دواں ہے۔ وہ اب تک مختلف اہم موضوعات پر سینکڑوں مضامین اور کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ ان کے مضامین پوری دنیا میں بڑی دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہیں۔ وہ جدید ٹکنالوجی سے بخوبی واقف ہونے کی وجہ سے اپنے مضامین اور کتابوں کو بہت جلد دنیا بھر میں ایسے ایسے لوگوں تک پہنچادیتے ہیں جن تک رسائی آسان کام نہیں ہے۔ موصوف کی شخصیت علوم دینی کے ساتھ علوم عصری سے بھی آراستہ ہے۔ وہ ایک طرف عالم دین ہیں، تو دوسری طرف ڈاکٹر ومحقق بھی اور کئی زبانوں میں مہارت بھی رکھتے ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ وہ فعّال ومتحرک نوجوان ہیں۔ جس طرح وہ اردو، ہندی، انگریزی اور عربی میں دینی واصلاحی مضامین اور کتابیں لکھ کر عوام کے سامنے لارہے ہیں، وہ اس کے لئے تحسین اور مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ان کی شب وروز کی مصروفیات وجدوجہد کو دیکھتے ہوئے ان سے یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اسی مستعدی کے ساتھ مذکورہ تمام کاموں کو جاری رکھیں گے۔ میں دعا گو ہوں کہ باری تعالیٰ ان سے مزید دینی، اصلاحی اور علمی کام لے اور وہ اکابرین کے نقش قدم پر گامزن رہیں۔ آمین!

مخلص

(مولانا) محمد اسرار الحق قاسمی
ایم. پی. لوک سبھا (انڈیا)
وصدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، نئی دہلی
Email:asrarulhaqqasmi@gmail.com

प्रो. अख़्तरूल वासे
आयुक्त
PROF. AKHTARUL WASEY
Commissioner

भाषाजात अल्पसंख्यकों के आयुक्त
अल्पसंख्यक कार्य मंत्रालय
भारत सरकार
Commissioner for Linguistic Minorities in India
Ministry of Minority Affairs Government of India

تقریظ

اطلاعاتی انقلاب برپا ہونے کے بعد جس طرح ہر قسم کی معلومات انٹرنیٹ کے ذریعہ آنکھوں کی دوپتلیوں میں سماگئی ہیں۔ اس نے ''گاگر میں ساگر'' اور ''کوزے میں دریا'' کے تخیلاتی تصورات کو نہ صرف حقیقت بنادیا ہے بلکہ ان پر ہمارا انحصار روز بروز ناگزیر ہوتا جارہا ہے۔ گوگل (Google) ہو یا وکی پیڈیا (Wikipaedia) یا پھر دوسری سوشل سائٹس انہوں نے ترسیل وابلاغ کو وہ ہمہ جہت رخ اور رفتار کی تیزی عطا کی ہے کہ فراق وفصل کے تمام تصورات بے معنیٰ ہوکر رہ گئے ہیں۔ لیکن اس اطلاعاتی انقلاب نے ایک پیچیدہ مسئلہ یہ پیدا کردیا ہے کہ اطلاعات رسانی اور خبروں تک رسائی میں حقائق سے گریز یا ان کو مسخ کرنے کا چلن بھی اس طرح شامل ہوگیا ہے اور اس سچائی کو اسلام اور مسلمانوں سے بہتر کون جانتا ہے۔ دوسرا سنگین مسئلہ یہ ہے کہ باخبر ہونے اور معلومات حاصل کرنے کے لئے اب مطالعہ کی عادت لوگوں میں خاصی کم ہوتی جا رہی ہے۔ کیونکہ موبائیل کے روپ میں دنیا ان کی مٹھی میں سمائی رہتی ہے اور وہ سب کچھ اسی کے ذریعہ جاننا چاہتے ہیں۔ اس چیلینج اور مسئلے کے حل کے لئے ضروری ہے کہ ہم غلط بیانیوں اور حقائق کو دنیا پر آشکار کرنے کے لئے اور اپنے ہم مذہبوں خاص طور پر نئی نسل کو صحیح معلومات فراہم کرنے، انہیں رہنمائی دینے اور ان کے شعور میں بالیدگی اور پختگی لانے کے لئے اس اطلاعاتی انقلاب کے جتنے بھی وسائل وذرائع ہیں ان کا بھرپور استعمال کریں۔

مجھے خوشی ہے کہ ہمارے ایک موقر اور معتبر عالم حضرت دین مولانا محمد نجیب قاسمی نے جواز ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر ابنائے قدیم میں سے ہیں اور عرصہ سے مملکت سعودی عرب کی راجدھانی ریاض میں برسرکار ہیں، انہوں نے اس ضرورت کو بخوبی سمجھا اور دنیا کی پہلی اسلامی موبائیل ایپ ''دین اسلام'' اور ''حج مبرور'' اردو، انگریزی اور ہندی میں تیار کیا تھا اور اب وقت گزرنے کے ساتھ نئے سوالات کی روشنی اور علمی ضرورتوں کے تحت نئے مضامین اور نئے بیانات شامل کرکے ایک دفعہ پھر نئے انداز کے ساتھ پیش کرنے جارہے ہیں۔ مزید برآں زندگی کے مختلف پہلوؤں پر دین کے حوالہ سے دوسو مضامین کے الیکٹرونک ایڈیشن کو بھی منظر عام پر لایا جارہا ہے۔ مجھے وقتاً فوقتاً محترم مولانا محمد نجیب قاسمی صاحب کے مقالے، الیکٹرانک مضامین اور علمی فتوحات سے استفادہ کرنے کا موقعہ ملتا رہا ہے۔ مجھے ان کے متوازن، اعتدال پسند اور عالمانہ اندازِ تحریر نے ہمیشہ متاثر کیا۔ میں مولانا نجیب قاسمی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک وتشکر پیش کرتا ہوں اور خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ان کی عمر میں درازی، علم میں اضافہ اور قلم میں مزید پختگی عطا فرمائے۔ کیونکہ:

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

(پروفیسر اختر الواسع)
سابق ڈائریکٹر: ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز
سابق صدر: شعبہ اسلامک اسٹڈیز جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی
سابق وائس چیرمین: اردو اکادمی، دہلی

14/11, जाम नगर हाउस, शाहजहाँ रोड, नई दिल्ली—110011
14/11, Jam Nagar House, Shahjahan Road, New Delhi-110011
Tel: (O) 011-23072651-52 Email: wasey27@gmail.com Website: www.nclm.nic.in

بسم الله الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْم وَعَلیٰ آلِہِ وَاَصْحَابِہِ اَجْمَعِیْن.

چاروں ائمہ کی تقلید قرآن وحدیث کی اتباع ہی ہے

عصر حاضر میں غیر مقلدین حضرات اجماع امت کے برخلاف تقلید کے موضوع پر عام لوگوں میں جو شک وشبہات پیدا کررہے ہیں، اس سے امت مسلمہ کے درمیان اختلافات میں اضافہ ہی ہورہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ہمیں فروعی مسائل کے اختلافات میں اپنی صلاحیتیں نہ لگا کر امت مسلمہ کی اصلاح اور آپس میں اتحاد واتفاق کرنے میں لگانے والا بنائے کیونکہ اس وقت اسلام مخالف طاقتیں چاروں طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر حملہ آور ہیں۔ ہمیں متحد ہوکر دنیاوی مادی طاقتوں سے مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔

جہاں تک احکام ومسائل میں اختلاف کا تعلق ہے تو ابتداء اسلام سے ہی اس نوعیت کا اختلاف موجود ہے۔ غزوۂ احزاب سے واپسی پر نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو فوراً بنوقریظہ روانہ فرمایا اور کہا کہ عصر کی نماز وہاں جاکر پڑھو۔ راستہ میں جب نماز عصر کا وقت ختم ہونے لگا تو صحابہ کرام میں عصر کی نماز پڑھنے کے متعلق اختلاف ہوگیا۔ ایک جماعت نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق ہمیں بنوقریظہ ہی میں جاکر نماز عصر پڑھنی چاہئے خواہ عصر کی نماز قضا ہوجائے، جبکہ دوسری جماعت نے کہا کہ آپ ﷺ کے کہنے کا منشا یہ تھا کہ ہم عصر کی نماز کے وقت میں ہی بنوقریظہ پہونچ جائیں گے، لیکن اب چونکہ عصر کے وقت میں بنوقریظہ کی بستی میں پہونچ کر نماز عصر پڑھنا ممکن نہیں ہے، لہذا ہمیں عصر کی نماز ابھی پڑھ لینی چاہئے۔ اس طرح صحابہ کرام دو جماعت

میں منقسم ہوگئے، کچھ حضرات نے نماز عصر وہیں پڑھی، جبکہ دوسری جماعت نے بنوقریظہ کی بستی میں جا کر قضا پڑھی۔ جب صبح نبی اکرم ﷺ بنوقریظہ پہونچے اور اس واقعہ سے متعلق تفصیلات معلوم ہوئیں تو آپ ﷺ نے کسی جماعت پر بھی کوئی تنقید نہیں کی اور نہ ہی اس اہم موقع پر آپ ﷺ نے کوئی ہدایت جاری کی۔ (بخاری ومسلم) جس سے معلوم ہوا کہ اختلاف تو کل قیامت تک جاری رہے گا اور اس نوعیت کا اختلاف مذموم نہیں ہے۔

غرضیکہ اسلام میں اختلاف کی گنجائش تو ہے مگر بغض وعناد اور لڑائی جھگڑا کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرمایا: آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ (سورۃ الانفال ۴۶) آج دنیاوی طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کو ذلیل ورسوا کرنے کے لئے ہر ممکن حربہ استعمال کر رہی ہیں، جس سے ہر ذی شعور واقف ہے۔ لہذا ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ اپنے اختلاف کو صرف اظہار حق یا تلاش حق تک محدود رکھیں۔ اپنا موقف ضرور پیش کریں، لیکن دوسرے کی رائے کی صرف اس بنیاد پر مخالفت نہ کریں کہ اس کا تعلق دوسرے مکتب فکر سے ہے۔ ہمیں امت مسلمہ کے شیرازہ کو بکھیرنے کے بجائے اس میں پیوندکاری کرنی چاہئے۔

اہل سنت کا ۹۵ فیصد سے زیادہ طبقہ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ سے چاروں ائمہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کی تقلید کے مسئلہ پر متفق چلا آرہا ہے۔ اور چاروں ائمہ کی تقلید قرآن وحدیث کی اتباع ہی ہے۔ جس طرح آج ہم ۱۴۰۰ سال گزرنے کے بعد بھی قرآن وحدیث کو ہی شریعت اسلامیہ کے دو اہم ماخذ مانتے ہیں، اسی طرح ان ائمہ نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی احکام ومسائل بیان فرمائے

ہیں۔قرآن وحدیث کے پیغام کو ہی دنیا کے کونے کونے تک پہنچانے میں ان ائمہ نے اپنی جان ومال ووقت کی عظیم قربانیاں دیں۔وہ احکام ومسائل جن کے عمل کرنے میں کوئی فرق بھی نہیں ہے، یعنی ۱۴۰۰ سال پہلے اور آج بھی عمل کا ایک ہی طریقہ ہے اور دلائل شرعیہ بھی وہی ہیں، نیز کوئی نیا مسئلہ بھی نہیں ہے کہ عصر حاضر کے فقہاء وعلماء کو اس پر اجتہاد واستنباط کرنا پڑے، مثلاً نماز کی ادائیگی کا طریقہ۔اس طرح کے مسائل میں مزید اجتہاد اور بحث ومباحثہ کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں تابعین وتبع تابعین ائمہ نے جو بات صحیح سمجھی ہے اسی پر قناعت کرلیا جائے کیونکہ ان حضرات نے صحابہ اور تابعین کی صحبت میں رہ کر قرآن وحدیث کا علم حاصل کیا تھا۔اگر کوئی شخص قرآن وحدیث کی روشنی پر مبنی ان کی رائے پر عمل نہیں کرنا چاہتا تو عصر حاضر کے کسی عالم دین کی رائے پر عمل کرکے ان کی تقلید کرلے، لیکن چاروں ائمہ خاص کر ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور فقیہ وتابعی حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قرآن وحدیث پر مبنی رائے کو قرآن وحدیث کے خلاف اور اکیسویں صدی میں پیدا ہوئے عالم دین کی رائے کو قرآن وحدیث کے عین مطابق قرار دینا امت مسلمہ کے درمیان ایک فتنہ برپا کرنا نہیں تو پھر کیا ہے؟ غیر مقلدین اختلافی مسائل کو اس طرح عوام الناس کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ آج کے دور کا عالم دین تو غلطی کر ہی نہیں سکتا ہے لیکن صحابۂ کرام کے درمیان فقیہ کی حیثیت رکھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی ورثہ کے وارث بنے حضرت امام ابوحنیفہؒ غلطی کرتے ہیں، بلکہ بعض حضرات ان کی طرف منسوب اقوال اور علماء احناف کے قرآن وحدیث کی روشنی میں اقوال کو عوام کے سامنے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ اکیسویں صدی کے عالم نے جو سمجھا ہے، صرف وہی صحیح

ہے اور حضرت امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف نے جو سمجھا ہے وہ سب غلط ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا علمی ورثہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور استاذ شیخ حمادؒ اور مشہور تابعین شیخ ابراہیم نخعیؒ و شیخ علقمہؒ کے ذریعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ تک پہونچا ہے۔ شیخ حمادؒ صحابی رسول حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھی سب سے قریب اور معتمد شاگرد ہیں۔ شیخ حمادؒ کی صحبت میں امام ابوحنیفہؒ ۱۸ سال رہے اور شیخ حمادؒ کے انتقال کے بعد کوفہ میں ان کی مسند پر حضرت امام ابوحنیفہؒ کو ہی بٹھایا گیا۔

ان دنوں غیر مقلدین حضرات امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف کی قرآن وحدیث پر مبنی رائے کو اس طرح لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف یہ کہہ رہے ہیں جبکہ قرآن وحدیث کا فیصلہ یہ ہے، حالانکہ امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف کے دلائل توریت یا زبور یا انجیل یا رامائن یا گیتا سے نہیں لئے گئے ہیں بلکہ انہوں نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی احکام ومسائل بیان فرمائے ہیں اور وہ اپنے زمانے میں علم وعمل کے درخشاں ستارہ تھے۔ مثلاً حضرت امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف نے قرآن وحدیث کی روشنی میں کہا ہے کہ استعمالی زیورات پر بھی نصاب پہنچنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ قول قرآن وحدیث کے دلائل سے مدلل ہونے کے ساتھ ساتھ احتیاط پر بھی مبنی ہے، مگر بعض حضرات اپنے علماء کی تقلید میں اس قول کو بھی قرآن وحدیث کے خلاف کہنے میں اللہ سے نہیں ڈرتے، حالانکہ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ بن بازؒ کی بھی یہی رائے ہے کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ واجب ہے۔ یہ حضرات شیخ ابن بازؒ کی رائے کو صرف یہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ ان کی رائے ہے، لیکن اسی مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف کی رائے کو

قرآن وحدیث کے خلاف قرار دیتے ہیں۔اسی طرح چہرے کے پردے کے متعلق اپنے مرشد شیخ ناصرالدین البانیؒ کی رائے پر تبصرہ کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں لیکن وتر کی تین رکعات کے بجائے ایک رکعت وتر کو عوام الناس کے سامنے اس طرح پیش کرتے ہیں کہ گویا نماز وتر کی تین رکعات صحیح نہیں ہیں، حالانکہ بخاری ومسلم کی جس حدیث کو ۸ رکعات تراویح کے لئے یہ حضرات دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں اس میں وضاحت کے ساتھ وتر کی تین رکعات کا ذکر موجود ہے۔غرضیکہ یہ حضرات ظاہری طور پر تو تقلید کی مخالفت کرتے ہیں لیکن ان کے علماء نے جو کچھ کہا یا لکھا ہے اس سے ذرہ برابر بھی ہٹنے کے لئے تیار نہیں ہے، خواہ ان کے علماء کا قول دلائل شرعیہ کے اعتبار سے کمزور ہی کیوں نہ ہو، یہ تقلید نہیں تو اور کیا ہے۔ بات صرف اسی پر ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ حضرات ان ائمہ کی شان میں عموماً اور حضرت امام ابو حنیفہؒ کی شان میں خصوصاً توہین آمیز الفاظ استعمال کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان میں سے بعض متشددین اتنا تک کہہ جاتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ علوم قرآن وسنت سے کم واقف تھے۔یعنی نیپال کے ایک گاؤں میں اہل حدیث کے مدرسہ میں حدیث کی ادنی کتاب پڑھانے والا تو محدث کبیر وفقیہ بن گیا اور امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد بن حنبل جیسے بڑے بڑے محدثین رحمہم اللہ کے اساتذہ کا استاذ، صحابہ اور بڑے بڑے تابعین سے صحبت یافتہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی کوفہ کی مسند پر بیٹھنے والا شخص علوم قرآن وحدیث سے ناواقف۔ یہ صرف اور صرف حضرت امام ابوحنیفہؒ کی مقبولیت سے بغض وعناد نہیں تو اور کیا ہے۔

تقلید کی تعریف: اگر کسی شخص نے فقیہ عالم دین سے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ فقیہ عالم دین نے قرآن وحدیث کے دلائل ذکر کئے بغیر قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب دے دیا اور اس شخص نے عالم دین کی بات پر عمل کرلیا، جیسا کہ ۹۹ فیصد امت مسلمہ کا طبقہ عرصہ دراز سے کرتا چلا آرہا ہے تو اسی کا نام تقلید ہے۔ یعنی سوال کرنے والے کو پورا یقین ہے کہ فقیہ عالم دین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی مسئلہ کا جواب دیا ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ اس عالم دین نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی جواب دیا ہے، مگر سوال کے جواب کے وقت اس نے کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کیا، اگر بعد میں سوال کرنے والے کو مجتہد کی دلیل کا علم ہوجائے یا اپنے ذاتی مطالعہ سے اس مسئلہ کے متعلق قرآن وحدیث کے متعدد دلائل دریافت ہوگئے تو یہ امر تقلید کے منافی نہیں ہے۔

تقلید مطلق جس کی تعریف اوپر بیان کی جاچکی ہے اس کی دو قسمیں ہیں: (ا) تقلید شخصی: ایک خاص مجتہد کی طرف جو مذہب اور مسلک منسوب ہو اس کے جملہ مسائل مفتیٰ بہا کو دلیل طلب کئے بغیر قبول کرلینا اور اس کو اپنے عمل کے لیے کافی سمجھنا۔ یہ مسائل مفتی بہا اس امام مجتہد کے بھی ہوسکتے ہیں، اس کے شاگردوں کے بھی اور ان علماء کے بھی ہوسکتے ہیں جو اس امام مجتہد کے مقلد ہوں، بہر حال ان سب کا مجموعہ ایک مذہب معین کہلاتا ہے، مثلاً فقہ حنفی و مالکی وغیرہ۔ (۲) تقلید غیر شخصی: مختلف مذاہب کے متعدد مجتہدین کے مسائل کو ان کی دلیل طلب کیے بغیر اپنا معمول بہا ٹھہرانا، یعنی کوئی مسئلہ کسی مجتہد کے مذہب کا لے کر عمل کرلینا اور ایک معین مجتہد کے مذہب کے تمام مسائل مفتیٰ بہا کا پابند نہ ہونا۔

غرضیکہ تقلید کی حقیقت اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ ایک شخص براہِ راست قرآن وحدیث

سے احکام مستنبط کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے، جیسا کہ ۹۹ فیصد سے زیادہ امت مسلمہ کا حال ہے۔ وہ جسے قرآن وحدیث کے علوم کا ماہر سمجھتا ہے اس کے فہم وبصیرت اور علم پر اعتماد کر کے اس کی تشریحات کے مطابق عمل کرتا ہے، اور یہ وہ چیز ہے جس کا جواز بلکہ وجوب قرآن وسنت کے بہت سے دلائل سے ثابت ہے، یہاں صرف دو آیات قرآنیہ اور ایک حدیثِ نبوی سے اس کا ثبوت پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تقلید کے ثبوت میں دو آیات قرآنیہ:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا االرَّسُوْلَ وَاُوْلِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورۃ النساء، ۵۹)) اے ایمان والو! تم کہنا مانو اللہ کا اور کہنا مانو پیغمبر اور اولو الامر (دین کے مجتہدین) کا جو تم میں سے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے "اولی الامر" کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم فرمایا ہے، "اولی الامر" کون لوگ ہیں اس کی تفسیر بعض مفسرین نے سلطان اور بادشاہ سے کی ہے اور بعض مفسرین نے امام مجتہد سے فرمائی ہے، لیکن غور کیا جائے تو اس میں کوئی تضاد نہیں ہے، یہ سب "اولی الامر" میں داخل ہیں۔ "امر" دو طرح کے ہوتے ہیں: دنیاوی اور دینی۔ ملک کی سیاست کے اعتبار سے سلاطین اور بادشاہ اولی الامر ہیں، یعنی ملکی وحکومتی انتظامات میں سلطان کا حکم بجالانا ضروری ہے، ورنہ دنیاوی معاملات میں سخت قسم کا انتشار پیدا ہوگا۔ علم شریعت کے اولی الامر ائمہ مجتہدین ہیں جو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے واقف اور استنباط مسائل پر قادر ہوتے ہیں، لہٰذا شرع کے اولی الامر ائمہ مجتہدین ہوئے اور شرعی امور میں ان کی تابعداری لازم ہوئی۔ اولی الامر کی اس وضاحت سے یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ آیتِ کریمہ سے یہ امر ثابت ہے کہ وہ

مسلمان جوخود مجتہد نہیں ہیں ان کو کسی مجتہد کا حکم بجالانا واجب اور ضروری ہے۔ چونکہ ائمہ اربعہ بہت بڑے مجتہد ہیں، اگر ان کا اتباع کیا جائے تو یہ بات اس آیتِ کریمہ سے بخوبی ثابت ہے، غرضیکہ اول درجہ میں اللہ کی اطاعت کا حکم فرمایا گیا ہے اور دوسرے درجہ میں حضور اکرم ﷺ کی پیروی کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تیسرے درجہ میں مجتہدین کے فرمان پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے۔ صحابی رسول ومفسر قرآن حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ "اولی الامر" سے مراد اصحاب فقہ واصحاب دین ہیں۔ (مستدرک حاکم۔ کتاب العلم۔ باب فی توقیر العالم)

اسی طرح اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ** (سورۃ النحل ۴۳) یہاں ذکر سے مراد علم ہے۔ (تفسیر ابن کثیر) یعنی جو لوگ خود احکام شرعیہ سے واقف نہ ہوں وہ اہل علم سے دریافت کر کے ان پر عمل کریں۔ حافظ ابن عبد البرؒ (متوفی ۴۶۳ھ) تحریر کرتے ہیں: "علمائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عوام کے لیے اپنے علماء کی تقلید واجب ہے اور اللہ کے قول (فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ) سے یہی لوگ مراد ہیں۔ اور سب کا اتفاق ہے کہ اندھے پر جب قبلہ مشتبہ ہو جائے تو جس شخص کی تمیز پر اسے بھروسہ ہے، قبلہ کے سلسلہ میں اس کی بات ماننی لازم ہے، اسی طرح وہ لوگ جو علم اور دینی بصیرت سے عاری ہیں ان کے لئے اپنے عالم کی تقلید واجب ہے۔" (جامع بیان العلم وفضلہ ج۲، ۹۸۹)

غرضیکہ دونوں آیات میں وضاحت موجود ہے کہ احکام ومسائل سے ناواقف حضرات علماء وفقہاء سے معلوم کر کے عمل کریں۔ اور یہ بات انسانی عقل اور فطرت کے عین مطابق بھی

ہے کہ جب ہم اپنے تمام دنیاوی معاملات میں تقلید کرتے ہیں، مثلاً علاج کے لئے ڈاکٹروں پر، مکان کے لئے انجینئروں پر اور قانونی مشورہ کے لئے وکیلوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔ سائنس دانوں کی تحقیق پر پورا اعتماد کیا جاتا ہے۔ نیز تاریخ میں مؤرخین و محققین کی آراء اور حدیث کے راوی کو ثقہ یا کمزور قرار دینے کے لیے ماہرین اسماء الرجال اور محدثین کی آراء پر مکمل بھروسہ کیا جاتا ہے، آیات قرآنیہ کو ناسخ و منسوخ قرار دینے میں مفسرین کی آراء، تجوید کے قواعد میں قراء کی آراء اور سیرت نبوی میں اہل سیر کی آراء کو قبول کیا جاتا ہے۔ اسی طرح احکام شرعیہ میں بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے سے زیادہ صاحب علم و مجتہد کی رائے پر عمل کرے، اسی کا نام تقلید ہے۔

تقلید کے ثبوت میں حدیث نبوی:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک زندہ رہوں گا، سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کی اقتدا کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ (ترمذی۔ ابواب المناقب۔ باب مناقب عبداللہ بن مسعود) ظاہر ہے کہ "مـن بـعـدی" سے ان دونوں حضرات کا زمانۂ خلافت مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کرنا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک وقت میں خلیفہ ایک ہی صاحب ہوں گے، لہٰذا ابو بکرؓ کی خلافت میں ان کی پیروی کرنا اور حضرت عمرؓ کی خلافت میں حضرت عمرؓ کی تابعداری کرنا۔ پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ ان سے احکام اور مسائل کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا اور اسی کو تقلید شخصی کہتے ہیں جس کا ثبوت اس

قولی حدیث سے بخوبی ہوگیا، نیز اس حدیث میں ''اقتدا'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو انتظا
می امور میں استعمال نہیں ہوتا اس کا مفہوم بعینہ وہی ہے جو بیان کیا جا چکا ہے۔ حضور اکرم
ﷺ نے مختلف علاقوں میں صحابہ کرام کو بھیجا، اور مسلمانوں کو آپ ﷺ کی ہدایت ہوتی
کہ وہ ان کی تعلیمات پر عمل کریں۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کو مدینہ بھیجا گیا، حضرت علیؓ
اور حضرت معاذ بن جبلؓ یمن بھیجے گئے، عہد فاروقی میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو کوفہ
بھیجا گیا۔ ظاہر ہے کہ وہاں کے لوگ انہیں کے فتوے پر عمل کرتے تھے، یہی تقلید ہے۔

مقصد تقلید اور اس کی حقیقت:

دین اسلام کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، رسول
اللہ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے احکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے کہ کون سی چیز حلال ہے
اور کون سی چیز حرام، اس لیے حضرت محمد ﷺ کی اطاعت بھی ضروری ہے، لہٰذا شریعت کے
تمام معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے۔ ہر مسلمان کا فرض
ہے کہ وہ صرف قرآن و سنت کی تابعداری کرے، جو شخص رسول کے بجائے کسی اور کی
اطاعت کرنے کا قائل ہو اس کو مستقل بالذات مطاع سمجھتا ہو، وہ یقیناً دائرۂ اسلام سے خا
رج ہے، لہٰذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن و سنت کے احکام کی اطاعت
کرے، لیکن قرآن و سنت میں بعض احکام تو وہ ہیں جنہیں ہر معمولی پڑھا لکھا آدمی سمجھ سکتا
ہے، ان میں کوئی اجمال یا ابہام یا تعارض نہیں، جو شخص بھی دیکھے گا وہ سمجھ لے گا اور اسے کوئی
الجھن پیش نہیں آئے گی۔ اس کے برعکس قرآن و سنت میں بہت سے احکام ایسے ہیں جن
میں کسی قدر ابہام یا اجمال ہے اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ قرآن کی کسی دوسری آیت یا کسی

حدیث سے بظاہر متعارض ہیں، ایسے مواقع پر قرآن و حدیث سے احکام کا استنباط کرنا نہایت دقت طلب اور دشوار ہے۔

اب دوصورتیں ہوسکتی ہیں، ایک یہ کہ ہم اپنے ناقص علم، کوتاہ فہم اور نام نہاد بصیرت پر اعتماد کر کے اس قسم کے معاملات میں خود کوئی فیصلہ کرلیں اور اس پر عمل کریں اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس قسم کے معاملات میں از خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے ہم یہ دیکھیں کہ قرآن وسنت کے ان ارشادات سے ہمارے اسلاف نے کیا سمجھا ہے، قرون اولیٰ کے جن بزرگوں نے اپنی پوری پوری عمریں صرف کر کے مسائل کا استنباط کیا ان میں سے جنھیں ہم علوم قرآن وحدیث کا زیادہ ماہر دیکھیں ان کی فہم وبصیرت پر اعتماد کریں اور انہوں نے جو کچھ سمجھا ہے اس کے مطابق عمل کریں۔ غائر نظر سے دیکھنے کے بعد اس بارے میں دو رائیں نہیں ہوسکتیں کہ ان دونوں صورتوں میں پہلی صورت ہر ذی ہوش کے نزدیک نہایت خطرناک ہے اور دوسری صورت بہت محتاط۔

اس سے بھی کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ علم وفہم، دین ودیانت، تقویٰ اور پرہیز گاری ہر اعتبار سے ہم اس قدر کمزور ہیں کہ قرون اولیٰ کے فقہاء وعلماء سے ہمارا کوئی مقابلہ نہیں، پھر جس مبارک دور اور مقدس ماحول میں قرآن نازل ہوا تھا قرون اولیٰ کے فقہاء وعلماء اس سے بھی قریب تر تھے اور اس قرب زمانی اور صحابہ وتابعین سے استفادہ کی بنا پر ان کے لیے قرآن و سنت کی مراد کو سمجھنا زیادہ آسان تھا، اس کے برخلاف ہم عہد رسالت سے اتنی دور ہیں کہ ہمارے لیے اس زمانہ کے طرز معاشرت اور طرز گفتگو کا جیسا کہ چاہیے تصور بھی مشکل اور دشوار ہے، کیونکہ کسی شخص یا کسی دور کی بات سمجھنے کے لیے اس کے پورے پس منظر کا سامنے

ہونا ضروری ہوتا ہے۔ ان تمام باتوں کا لحاظ کرتے ہوئے اگر ہم اپنے فہم پر اعتماد کرنے کی بجائے مختلف التعبیر اور پیچیدہ معاملات میں اسی مطلب کو درست قرار دیں جو ہمارے اسلاف میں سے کسی ممتاز عالم نے سمجھا ہے تو کہا جائے گا کہ ہم نے فلاں آدمی کی تقلید کی۔ اس بات سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ کسی امام یا مجتہد کی تقلید صرف اس موقع پر کی جاتی ہے جہاں قرآن وسنت سے کسی حکم کے سمجھنے میں اجمال یا ابہام یا کسی تعارض کی وجہ سے کوئی الجھن یا دشواری ہو اور جہاں اس قسم کی کوئی الجھن یا دشواری نہ ہو وہاں کسی امام اور مجتہد کی تقلید ضروری نہیں، نیز مذکورہ بالا گذارشات سے یہ بات بھی صاف ہو جاتی ہے کہ کسی امام و مجتہد کی تقلید کا مطلب یہ ہے کہ پیروی تو قرآن وسنت کی ہے، محض مراد سمجھنے کے لیے بحیثیت شارح قانون ان کی تشریح اور تعبیر پر اعتماد کیا گیا ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کیجیے کہ اس عمل میں کون سی بات ایسی ہے جسے گناہ یا شرک کہا جائے، ہاں اگر کوئی شخص کسی امام کو شارع کا درجہ دے کر اسے واجب الاتباع قرار دیتا ہو تو بلا شبہ اسے شرک کہا جا سکتا ہے، لیکن کسی کو شارح قانون قرار دے کر اپنے مقابلہ میں اس کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرنا تو افلاس علم کے اس دور میں اس قدر ناگزیر ہے کہ اس سے کوئی مفر نہیں، پس تقلید ائمہ مجتہدین کا اصل مقصد دین کی حفاظت اور قرآن وحدیث پر بسہولت عمل کرنا ہے۔

اجتهاد اور تقلید کی ضرورت:

شریعت اسلامیہ میں فروعی اور جزئی مسائل دو طرح کے ہیں، ایک وہ مسائل جن کا ثبوت ایسی آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ سے صراحتاً ملتا ہے جن میں بظاہر کوئی تعارض نہیں ہے اور ان مسائل پر ان کی دلالت قطعی ہے، اس قسم کے مسائل کو منصوصہ غیر متعارضہ کہتے ہیں اور

ایسے مسائل میں اجتہاد کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی اور نہ مجتہد اس قسم کے مسائل میں اجتہاد کرتا ہے، کیونکہ مجتہد کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ حکم صراحتاً منصوص نہ ہو۔ جب ان مسائل میں اجتہاد کی گنجائش نہیں تو ان میں کسی مجتہد کی تقلید کی بھی ضرورت نہیں ہے، بلکہ ایسے مسائل میں ان احکام پر عمل کیا جائے گا جو آیات و احادیث سے صراحتاً ثابت ہیں۔

دوسرے وہ مسائل جن کا ثبوت صراحتاً کسی آیت یا حدیثِ صحیح سے نہیں، یا ثبوت تو ہے مگر اس آیت یا حدیث میں متعدد معانی کا احتمال ہونے کی وجہ سے قطعی طور پر کسی ایک معنی پر محمول نہیں کیا جاسکتا، یا وہ کسی دوسری آیت یا حدیث سے بظاہر متعارض ہے، اس قسم کے مسائل کو اجتہادِ غیر منصوصہ کہا جاتا ہے، اس قسم کے مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہوگی اور ان کا صحیح حکم مجتہد کے اجتہاد سے معلوم ہوسکے گا اور یہی وہ مسائل ہیں جن میں غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت واقع ہوتی ہے۔ اب چونکہ شریعتِ اسلامیہ کے تمام جزئی مسائل منصوص نہیں ہیں کہ ہر کس و ناکس ان کا صحیح حکم سمجھ سکے، بلکہ بہت سے مسائل اجتہادی ہیں جن میں اجتہاد کی ضرورت ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے امت کے مخصوص افراد کو وہ قوتِ اجتہاد عطا فرمائی کہ وہ حضرات قرآن و حدیث میں غور و فکر کر کے ان جزئی مسائل کے احکام مستنبط کریں جن کا صراحتاً ذکر نہیں ہے اور عام لوگوں کے لیے عمل کی راہ آسان کردیں۔

حضرات صحابہ جن کو ہمہ وقت دربار نبوی میں حاضری کا شرف حاصل تھا ان کو تو اس قوتِ اجتہاد سے کام لینے کی مطلق ضرورت نہ تھی، کیونکہ ان کو دربارِ نبوی سے تمام مسائل معلوم ہو جاتے تھے، لیکن صحابہ کرام کی وہ جماعت جو مدینۃ الرسول سے باہر کسی مقام پر قیام پذیر تھی یا وہ لوگ جو بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہونے والے تھے ان کو اس قوت اجتہاد کی شدید ضرورت

تھی، کیونکہ ایسے مسائل اجتہادیہ میں شریعتِ اسلامیہ پر پورے طور پر عمل کرنا بغیر اجتہاد کے غیر ممکن تھا، پس اللہ تعالیٰ نے خیرالقرون میں بے شمار صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین اور من بعد ہم کو اس دولتِ اجتہادیہ سے نوازا اور خود حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت معاذ ابن جبل ؓ کو یمن روانہ کرتے وقت صاف اور واضح لفظوں میں اجتہاد کی تحسین اور تصویب فرمائی۔ حضورِ اکرم ﷺ نے جب حضرت معاذ ابن جبل ؓ کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ فرمایا تو یہ پوچھا کہ اگر کوئی قضیہ پیش آجائے تو کس طرح فیصلہ کروگے؟ عرض کیا کہ کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کروں گا، فرمایا کہ اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو ؟ عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا، آپ نے فرمایا کہ اگر اس میں بھی نہ ملے؟ عرض کیا اس وقت اجتہاد واستنباط کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور تلاش میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ حضرت معاذ فرماتے ہیں کہ آپ نے اس پر (فرطِ مسرت سے) اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا کہ اللہ کا شکر ہے اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی اور خوش ہے۔ (ابوداود، ترمذی ودارمی) غور فرمایئے کہ یہ واقعہ تقلید اور اجتہاد دونوں مسئلوں کے لیے شمع ہدایت ہے، حضورِ اکرم ﷺ نے اہل یمن کے لیے اپنے فقہاءِ صحابہ میں سے صرف ایک جلیل القدر صحابی کو بھیجا اور انھیں حاکم وقاضی، معلم ومجتہد بنا کر اہل یمن پر لازم کر دیا کہ وہ ان کی تابعداری کریں، انھیں صرف قرآن وسنت ہی نہیں بلکہ قیاس واجتہاد کے مطابق بھی فتویٰ صادر کرنے کی اجازت عطا فرمائی، اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اہل یمن کو ان کی تقلید شخصی کی اجازت دی بلکہ اس کو ان کے لیے لازم فرمایا۔

عهد صحابہ و تابعین میں تقلید:

برصغیر کی عظیم علمی شخصیت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۷۰۳ء-۱۷۶۲ء) نے تقلید کے مسئلہ پر بڑی بصیرت افروز روشنی ڈالی ہے اور چونکہ حضرات غیر مقلدین تقلید کی مخالفت کرنے میں اکثر و بیشتر (غلط طور پر) ان کا کلام پیش کر کے عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کرتے ہیں، اس لیے اس موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ہی نے اس مسئلہ کی جو وضاحت فرمائی ہے اس کو بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ جن کو نہ صرف ہندو پاک کے تمام مکاتب فکر اپنا بزرگ تسلیم کرتے ہیں بلکہ عرب و عجم میں بھی ایک بلند مقام حاصل کئے ہوئے ہیں، موصوف کی کتابیں پوری دنیا میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ موصوف کی ایک کتاب (حجۃ اللہ البالغہ) تو ابتداء اسلام سے اب تک تحریر کردہ تمام کتابوں میں ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔ برصغیر کے تمام مکاتب فکر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ سے اپنا علمی رشتہ جوڑ کر اپنے مکتب فکر کے حق ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ عمومی طور پر برصغیر میں حدیث کی سند موصوف سے ہی ہو کر حضور اکرم ﷺ تک پہنچتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام کے عہد زریں میں یہ رواج تھا کہ جب کسی کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اور اس مسئلہ میں وہ خود کوئی فیصلہ نہ کرسکتا تو وہ کسی بھی صاحبِ بصیرت عالم کی طرف رجوع کرتا اور اس سے دریافت کر کے عمل کر لیتا تھا۔ کیونکہ صحابہ کرام سے لے کر چار مذاہب کے ظہور تک یہی دستور اور رواج رہا کہ کوئی عالم مجتہد مل جاتا تو اسی کی تقلید کر لیتے تھے، کسی بھی معتبر آدمی نے اس پر نکیر نہیں

کی، اگر یہ (تقلید) باطل ہوتی تو وہ حضرات اس پر ضرور نکیر فرماتے۔ (عقد الجید، ص ۲۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے نزدیک مقلد کا اپنے امام کو تمام ائمہ پر فضیلت دینا تقلید امام کے لیے ضروری نہیں ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: "اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ تقلید کے صحیح ہونے میں یہ اعتقاد رکھنا بالاجماع ضروری نہیں کہ میرا امام باقی اور ائمہ پر فضیلت رکھتا ہے، اس لیے کہ صحابہ کرام اور تابعین یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ تمام امت میں افضل ترین ابوبکرؓ اور پھر عمرؓ ہیں، اس کے باوجود بہت سے مسائل میں ان دونوں حضرات کی رائے کے خلاف دوسرے صحابہ کی تقلید کرتے تھے اور اس پر کسی نے اعتراض نہیں کیا، لہٰذا یہ مسئلہ اجماعی ہے۔" (عقد الجید، ص ۷۶)

صحابہ کرام اور تابعین کا زمانہ چونکہ زمانۂ نبوت سے قریب تر تھا، اس وجہ سے وہ بہر حال خیر و برکت کا اور خلوص و للّٰہیت کا زمانہ تھا، اس میں تقلید غیر شخصی کے اندر کسی قسم کی بڑی مضرت کا گمان نہیں ہوسکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس زمانہ میں علم فقہ کی تدوین بھی عمل میں نہیں آئی تھی، لیکن حضرات تابعین کے بعد کا زمانہ چونکہ زمانۂ نبوت سے بعید ہو چکا تھا، عام طور پر طبیعتیں بھی پہلے سے مختلف ہوگئی تھیں، اس لیے تقلید کی موجودہ وسعتوں کو تقلید شخصی میں محدود کرنا ناگزیر تھا، ورنہ مفاسد کا دروازہ کھل جاتا اور احکام شرع بچوں کا کھیل بن کر رہ جاتے، چنانچہ دوسری صدی ہجری کے اختتام پر ائمہ مجتہدین کے تفقہات کتابی شکل میں مدون ہونا شروع ہو گئے، جن لوگوں کو تدوین شدہ مذاہب میسر آئے انھوں نے اسی مذہب کی پیروی کر لی اور تقلید شخصی اختیار کی، البتہ جن کو وہ مذاہب میسر نہ ہوسکے وہ اس زمانہ میں بھی بدرجہ

مجبوری تقلید غیر شخصی ہی کرتے رہے حتیٰ کہ ان کو کوئی مدون مذہب دستیاب ہو گیا۔اس بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "اور دوسری صدی کے بعد لوگوں میں متعین مجتہد کی پیروی کا رواج ہوا اور بہت کم لوگ ایسے تھے جو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس زمانہ میں یہی ضروری تھا۔" (الانصاف ، ص ٦) اشتغال فی الفقہ کی تفصیل کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: "الحاصل ان مجتہدین کا صاحبِ مذہب ہونا اور پھر لوگوں کا ان کو اختیار کرنا یہ ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر الہام کیا اور ان کو اس پر مجتمع کر دیا چاہے اس کو جانیں یا نہ جانیں۔" (الانصاف ص ٦٧) حضرت شاہؒ فرماتے ہیں کہ تقلید شخصی کا رواج گو دوسری صدی ہجری کے بعد ہو گیا تھا، مگر کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو تقلید غیر شخصی پر عامل تھے اور اس کو انھوں نے بالکلیہ ترک نہیں کیا تھا، فرماتے ہیں: "جاننا چاہیے کہ چوتھی صدی ہجری سے قبل تمام لوگ متعین طور پر کسی مذہب خاص کی پیروی (یعنی تقلید شخصی) پر متفق نہیں ہوئے تھے۔" (حجة اللّٰه البالغة ، ص ١١٢ ، ج ١)

ائمه اربعه کی تقلید:

جب امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک ، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ کا فقہ کتابی شکل میں مدون ہو کر تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گیا اور عام طور پر رائج ہو گیا تب انھیں مذاہب اربعہ میں تقلید کا انحصار ہو گیا اور پھر تقلید شخصی کے سلسلہ میں کسی کو بھی اختلاف نہ رہا بلکہ اس کے خلاف کرنے کو سوادِ اعظم سے فرار وانحراف کے مترادف سمجھا جانے لگا جو بڑا گناہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: "جب بجز مذاہب اربعہ کے اور سارے

مذاہب حقہ ختم ہوگئے تب انھیں مذاہب اربعہ کا اتباع سواد اعظم کا اتباع قرار پایا اور ان چاروں مذہب سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنے کے مرادف ٹھیرا۔" (عقد الجید ص ۳۸)

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کے انحصار اور جواز تقلید پر اجماع امت ہے اور یہ قوی ترین دلیل ہے، فرماتے ہیں: "تمام امت نے یا امت کے قابل لحاظ افراد نے ان مذاہب اربعہ مشہورہ کی تقلید کے جواز پر اجماع کرلیا ہے جو آج تک جاری ہے۔" (حجۃ اللّٰہ البالغۃ، ص ۲۳، ج ۱)

اور فرماتے ہیں: "اور اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو پوشیدہ نہیں ہیں بالخصوص اس زمانہ میں کہ ہمتیں پست ہوگئی ہیں اور نفوس میں خواہشات کا غلبہ اور ہر رائے والا اپنی رائے پر مغرور ہے۔" (حجۃ اللّٰہ البالغۃ) پھر آگے چل کر تقلید شخصی پر لعن طعن کرنے والوں پر سخت تنقید فرماتے ہیں: "علامہ ابن حزمؒ نے جو رائے قائم کی ہے کہ "تقلید حرام ہے اور سوائے حضور اکرم ﷺ کے کسی اور کا قول لینا حلال نہیں" یہ ایک بے دلیل بات ہے۔" (حجۃ اللّٰہ البالغۃ)

تقلید کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا نظریہ یہ تھا کہ اگر بالفرض کوئی شخص کسی ایسے ملک میں قیام پذیر ہو جہاں کسی دوسرے مذہب کا کوئی عالم یا اس کی کتابیں موجود نہ ہوں تو اس کو مروجہ مذہب حنفیہ کی تقلید کرنا ضروری ہے، اسی میں خیر ہے، فرماتے ہیں: "جب کوئی شخص ہندوستان یا ماوراء النہر میں سکونت پذیر ہو جہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کتابیں ہی میسر آسکتی ہوں تو اس شخص پر واجب ہے کہ وہ صرف امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرے، ان کے مذہب سے علیحدہ ہونا اس کے لیے حرام ہے،

کیونکہ اس سے علیحدگی کی صورت میں وہ شریعت کی رسی اپنی گردن سے اتار پھینکے گا اور پھر یونہی آزاد پھرتا پھرے گا۔" (الانصاف)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ایسے شخص کو قطعاً ناپسند فرماتے تھے جو محدثین اور فقہاء سے کنارہ کش ہو جائے، اپنی کتاب ''الانصاف'' میں فرماتے ہیں: ''جو شخص ایسے صوفیاء کرام سے جو عالم شریعت بھی ہوں اور ایسے علماء سے جو صوفی ہوں یا محدثین سے جن کو احادیث نبویہ سے وافر حصہ ملا ہو اور ایسے فقہاء سے جن کو فقہ سے گہرا تعلق ہو تعلق منقطع کرے وہ شخص ہمارے گروہ سے نہیں ہے''۔

علامہ ابن خلدونؒ (۱۳۳۲ء۔۱۴۰۶ء) مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں: ''دیار و امصار میں ان ہی ائمہ اربعہ میں تقلید منحصر ہوگئی اور ان کے سوا جو امام تھے ان کے مقلد ناپید ہو گئے اور لوگوں نے اختلافات کے دروازے اور راستے بند کر دیے اور چونکہ اصطلاحاتِ علمیہ مختلف ہو گئیں اور لوگ مرتبۂ اجتہاد تک پہونچنے سے رہ گئے اور اس امر کا اندیشہ پیدا ہوا کہ اجتہاد کے میدان میں کہیں ایسے لوگ نہ کود پڑیں جو نہ تو اس کے اہل ہیں اور نہ ان کا دین اور ان کی رائے قابل وثوق ہے، لہٰذا علمائے زمانہ میں جو محتاط تھے انھوں نے اجتہاد سے اپنا عجز ظاہر کر دیا اور اس کے دشوار ہونے کی تصریح فرما دی اور ان ہی ائمہ مجتہدین کی تقلید کے لیے جن کے لوگ مقلد ہو رہے تھے ہدایت اور رہنمائی کرنے لگے اور چونکہ تداول تقلید میں تلاعب ہے، یعنی اس طرح تقلید کرنے میں کہ کبھی ایک امام اور کبھی دوسرے امام کی طرف رجوع کرنے میں دین کھلونا بن جاتا ہے، اس لیے اس طرح کی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کرنے لگے اور ایک ہی امام کی تقلید کرنے پر زور دینے لگے اور صرف نقل مذہب باقی رہ گیا

اور بعد تصحیح اصول واتصال سند بالروایہ ہر مقلد اپنے اپنے امام مجتہد کی تقلید کرنے لگا اور فقہ سے آج بجز اس امر کے کچھ اور مطلب نہیں اور فی زمانہ مدّعی اجتہاد مردود اور اس کی تقلید مہجور اور متروک ہے اور اہل اسلام انہیں ائمہ اربعہ کی تقلید پر مستقیم ہو گئے ہیں۔'' (منقول از اوشحۃ الجید، ص ۸۰۹)

مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار فضل ربانی ہے:

مسائل اجتہادیہ غیر منصوصہ میں مجتہد سے کسی بھی صورت میں استغنا نہیں ہو سکتا اور ائمہ اربعہ کے ماسوا باقی تمام مذاہب جن میں مذاہب حقہ بھی تھے چوتھی صدی ہجری تک ختم ہو گئے اور آنے والے لوگوں میں مجتہد بننے کی توقع بھی باقی نہیں رہی تو اب صرف دو ہی صورتیں تھیں، یا تو لوگ اپنے اپنے خیالات کو کافی سمجھ کر اس پر عمل کرتے یا ائمہ اربعہ کی تقلید اختیار کرتے اور اپنے آپ کو اتباع ہویٰ سے محفوظ رکھتے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے لوگوں میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی محبت پیدا کر دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنی کتاب ''الانصاف'' میں فرماتے ہیں: ''ائمہ مجتہدین کے مذاہب کا پابند ہونا ایک راز خداوندی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے قلوب میں الہام فرمایا ہے اور اس پر ان کو مجتمع کر دیا ہے وہ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں: ''مجتہدین کی چوتھی علامت یہ ہے کہ ان کے لیے قبولیت آسمان سے نازل ہو (بایں طور) کہ ان کے علم کی طرف علماء، مفسرین، محدثین اور اربابِ اصول و حفاظ کتب حدیث وفقہ گروہ در گروہ مائل ہو جائیں اور اس مقبولیت اور علماء کی توجہ پر زمانہائے دراز گذر جائیں کہ یہ قبولیت دلوں کی تہ میں بیٹھ جائے

سوالحمدللہ یہ علامت ائمہ اربعہ میں پوری طرح پائی جاتی ہے، لہٰذا مذاہب اربعہ عنداللہ مقبول ہیں۔"

تقلید شخصی کا وجوب:

اس بے دینی، کم عقلی اور نفس پرستی کے دور میں تقلید شخصی ضروری ہے، اس سے کسی بھی صاحب فہم اور سلیم الطبع آدمی کو قطعاً انکار نہیں ہوسکتا۔ تقلید کے وجوب اور اس کی ضرورت کو سمجھنے کے لیے اولاً وجوب کے معنی سمجھ لینا چاہیے، کسی چیز کے واجب ہونے کی دو صورتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ اس کی تاکید فرمائی گئی ہو جیسے نماز وروزہ وغیرہ، اس طرح کے وجوب کو وجوب بالذات کہتے ہیں، وجوب کی دوسری صورت یہ ہے کہ اس امر کی خود تو کہیں صراحتاً تاکید نہیں کی گئی ہے، مگر جن امور کی قرآن وحدیث میں تاکید کی گئی ہے ان پر عمل کرنا اس امر کے بغیر ممکن نہ ہو اس لیے اس کو بھی ضروری اور واجب کہا جائے گا، کیونکہ یہ ایک مشہور اصول ہے کہ "واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے" یعنی جس چیز پر کسی واجب کا دار ومدار ہو وہ خود بھی واجب ہوتی ہے، مثلاً قرآن وحدیث کی تدوین اور کتابت۔ شریعت میں کہیں بھی قرآن وحدیث کو یکجا کرنے اور ان کو تحریری شکل میں لانے کا صراحتاً حکم موجود نہیں ہے، لیکن چونکہ قرآن وحدیث کو محفوظ رکھنا اور اس کو ضائع ہونے سے بچانا ایک شرعی فریضہ ہے جس کی بار بار تاکید کی گئی ہے اور تجربہ شاہد ہے کہ بغیر کتابت کے عادتاً ان کی حفاظت ناممکن تھی، اس لیے قرآن وحدیث کے لکھنے کو ضروری اور واجب سمجھا گیا، یہی وجہ ہے کہ دلالتاً اس پر امت کا اتفاق چلا آرہا ہے، اس طرح کے وجوب کو 'وجوب بالغیر' کہتے ہیں۔

ائمہ حدیث مقلد تھے:

تقلید سے کوئی زمانہ خالی نہ رہا، ابتدائی دور میں لوگ جس عالم کو متدین پاتے اس کی تقلید کر لیتے، پھر مذکورہ بالا مصالح کی بنا پر حامیان اسلام نے امام متعین کی تقلید مقرر کردی اور لوگوں کو مطلق العنانی سے باز رکھا، اس کے بعد رفتہ رفتہ تمام مذاہب اہل سنت ختم ہو گئے اور صرف مذاہب اربعہ باقی رہ گئے تب جمہور مسلمان انہی کی تقلید پر متفق ہو گئے حتی کہ اکابر محدثین بھی دائرۂ تقلید سے باہر نہیں رہے۔ تفصیل ذیل سے آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام ائمہ حدیث نے ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام مجتہد کی تقلید کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالا ہے اور وہ مقلد رہے ہیں، چنانچہ ان میں سے بعض ممتاز محدثین کے بارے میں کچھ تفصیل پیش ہے:

امام بخاریؒ: محمد بن اسماعیل بخاری، صاحبِ صحیح بخاری متوفی ۲۵۶ھ شافعی المذہب ہیں، فقہ شافعی انھوں نے اپنے استاذ حمیدیؒ سے حاصل کیا جو شافعی المذہب ہیں، امام بخاریؒ کے شافعی المذہب ہونے کو بکثرت علماء محققین نے بیان کیا ہے، نیز حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب "الانصاف" میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ: "امام بخاری بہت سے مسائل میں شافعی المذہب ہیں اور کچھ وہ مسائل ہیں جن میں ان کو مرتبۂ اجتہاد حاصل تھا، ان میں انھوں نے امام شافعیؒ کی مخالفت کی ہے۔"

امام مسلمؒ: حافظ الحدیث امام ابوحسین قشیری صاحبِ صحیح مسلم متوفی ۲۶۱ھ شافعی المذہب ہیں جیسا کہ صاحب کشف الظنون اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے "الانصاف" میں اور بہت سے محققین نے ذکر کیا ہے۔

امام ابو داودؒ: سلیمان بن اشعث سجستانی صاحب سنن ابوداود متوفی ۲۷۵ھ حنبلی المذہب ہیں، اس کو تاریخ ابن خلکانؒ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''الانصاف'' میں ذکر فرمایا ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب ''بستان المحدثین'' میں تحریر فرمایا ہے کہ: امام ابوداودؒ کے مذہب بارے کے میں اختلاف ہے۔ بعض ان کو شافعی کہتے ہیں اور بعض حنبلی واللہ اعلم۔''

امام ترمذیؒ: ابوعیسیٰ بن سورۃ الترمذی، صاحبِ جامع الترمذی متوفی ۲۶۹ھ کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ''الانصاف'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''یہ حنفی المذہب ہیں اور امام اسحاق بن راہویہ کی طرف بھی منتسب ہیں اور بعض اہل تحقیق نے ان کو شافعی المذہب کہا ہے۔''

ابن ماجہؒ: متوفی ۲۵۳ھ، دارمی متوفی ۲۵۵ھ دونوں حضرات حنبلی المذہب ہیں اور امام اسحاق بن راہویہ کی طرف بھی منتسب ہیں جیسا کہ ''الانصاف'' میں حضرت شاہؒ نے ذکر فرمایا ہے۔

امام عبدالرحمٰن احمد نسائیؒ: متوفی ۳۰۳ھ، صاحبِ سنن نسائی شافعی المذہب ہیں جیسا کہ ان کی کتاب ''منسک'' اس پر دلالت کرتی ہے اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ''بستان المحدثین'' میں ذکر فرمایا ہے اور ''جامع الاصول'' میں ہے: ''النسائی کان شا فعی المسلك ، له منا سك الفها علی مذهب الشافعی ۔'' نیز شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے ''شرح سفر السعادت'' میں بھی اس کو بیان کیا ہے۔

لیث بن سعدؒ: متوفی ۱۷۴ھ، امام بخاری کے استاد اور تبع تابعین میں سے ہیں، حنفی

المذہب ہیں، علامہ قسطلانی نے ابن خلکان سے نقل کیا ہے اور صاحب الجواہر المضیہ نے اپنی کتاب میں اور علامہ عینی نے ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں لکھا ہے: ''کـان اللیـث امـامـا کبیـرا مـجـمعاً علی جلا لتہ وثقتہ وکرمہ وکان علی مذھب الامام ابی حـنیـفۃؒ قالہ القا ضی ابن خلقان ولیس فی کتب الستۃ من اسمہ لیث ابن سعد سواہ ،،، انتھی ۔''

امام ابو یوسفؒ: یعقوب بن ابراہیم انصاری، متوفی ۱۸۳ھ، شاگرد امام اعظم ابوحنیفہ حنفی المذہب ہیں، تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ ان پر مذہب ابی حنیفہ غالب تھا، ہاں بہت سے مقامات پر ان کی مخالفت بھی کی ہے، یعنی جن مسائل میں ان کو مرتبۂ اجتہاد حاصل تھا صرف ان میں مخالفت کی ہے۔

امام محمد بن حسن الشیبانیؒ: متوفی ۱۸۷ھ، شاگرد امام اعظمؒ وامام ابو یوسف، حنفی المذہب ہیں، انھوں نے فقط ان مسائل میں امام ابوحنیفہ کی مخالفت کی ہے جن میں ان کو مرتبۂ اجتہاد حاصل تھا، ان کے حنفی المذہب ہونے کی تصریح صاحب کشف الظنون اور ابن خلکان وغیرہ نے پورے طور پر کی ہے۔

اسی طرح چوتھی صدی ہجری کے بعد جو کبار محدثین ہوئے ہیں ان کے حالات کی تفتیش کی جائے تو وہ بھی ان مذاہب اربعہ سے خالی نہ ملیں گے، ملاحظہ فرمائیے: حافظ زیلعیؒ، علامہ عینیؒ، محقق ابن ہمامؒ، ملاعلی قاریؒ وغیرہم جو علاوہ فقہ کے علم حدیث میں بھی تبحر رکھتے تھے یہ سب حنفی المذہب تھے، علامہ ابن عبدالبرؒ جیسے محدث مالکی المذہب ہیں، علامہ نوویؒ، علامہ بغویؒ، علامہ خطابیؒ، علامہ ذہبیؒ، علامہ عسقلانیؒ قسطلانیؒ، علامہ سیوطیؒ وغیرہم جن کا فن

حدیث میں ڈنکا بجتا تھا شافعی المذہب تھے اور اسی طرح بہت سے علماء و محدثین حنبلی المذہب ہوئے ہیں، علامہ ابن تیمیہؒ اور حافظ ابن قیمؒ یہ دونوں حضرات حنبلی تھے۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی تقلید اور اس کا پھیلاؤ:

حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے صحابہ کرام مختلف قصبات اور شہروں میں گئے اور مختلف مقامات پر متمکن اور سکونت پذیر ہوگئے، ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق ''میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں، جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے'' تمام صحابہ اپنے اپنے مقام پر مقتدی اور متبوع قرار پائے، اسی طرح تابعین اپنے اپنے علاقوں کے امام بنے اور لوگوں نے ان کی تقلید کی۔ ۸۰ھ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ (نعمان بن ثابت) کوفہ میں اور ۹۵ھ میں حضرت امام مالکؒ مدینہ میں پیدا ہوئے، عراقیوں نے امام ابوحنیفہؒ کو اپنا امام تسلیم کیا اور حجازیوں نے امام مالکؒ کو اپنا مقتدا اور پیشوا قرار دیا۔ ۱۵۰ھ میں بمقام غزہ (فلسطین) امام شافعیؒ کی ولادت ہوئی، آپ مرتبۂ اجتہاد کو پہونچے اور بہت سے لوگ ان کے مقلد ہوگئے۔ ۱۹۴ھ میں امام احمد بن حنبلؒ شہر بغداد میں پیدا ہوئے، بہت بڑے محدث اور امام مجتہد ہوئے، بہت سے لوگوں نے ان کی تقلید اختیار کی، اگر چہ ان ائمہ اربعہ کے زمانہ میں اور ان کے بعد اور بھی بڑے بڑے مجتہد تھے اور ان کے بھی لوگ مقلد تھے، مگر اللہ کی مرضی سے ان ائمہ اربعہ کے مقلدین روز بروز بڑھتے گئے، نیز ان کے مسائل اجتہادیہ کتابوں میں مدون ہوگئے، بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ نے حدیث و فقہ میں بکثرت کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں جن میں امام اعظمؒ کے مسائل فقہیہ کو پوری وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا، حتی کہ خود امام

ہمامؒ نے بھی کتابیں لکھیں جیسا کہ علامہ کوثری نے ''بلوغ الامانی'' کے حاشیہ صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے کہ متقدمین کی مؤلفات میں امام صاحب کی مندرجہ ذیل کتابوں کا ذکر ملتا ہے: کتاب الرائی، ذکرہ ابن العوام، کتاب اختلاف الصحابہ، ذکرہ ابو عاصم العامری مسعود بن شیبہ، کتاب السیر ، کتاب الاوسط، کتاب الجامع ،ذکرہ العباس ابن مصعب فی تاریخ مرو، الفقہ الاکبر، الفقہ الابسط، کتاب العالم والمتعلم، کتاب الرد علی القدریہ، رسالۃ امام ابی عثمان البتی فی الارجاء، چند مکاتیب بطور وصایا جو آپ نے اپنے چند احباب کو لکھے اور یہ سب کتابیں مشہور ہیں۔(منقول از مقدمہ انوار الباری)

درحقیقت ملتِ اسلامیہ کی مثال ایک درخت طوبیٰ کی سی ہے کہ اس شجر طوبیٰ سے چند شاخیں نکلیں، ان میں سے کوئی تو ایک ہاتھ بڑھ کر رہ گئی، کوئی دو ہاتھ اور کوئی اس سے بھی زیادہ بڑھی، مگر اس کی چار شاخیں اتنی بڑھیں اور پھلی پھولیں کہ سارے عالم میں پھیل گئیں اور ان میں بھی ایک شاخ کا تو وہ نشو ونما ہوا کہ چار انگ عالم میں اس نے اپنا سایہ ڈالا اور بلادِ متفرقہ میں اپنا رنگ جما لیا، یہ بڑی شاخ مذہبِ حنفیہ کی ہے کہ تیسری صدی ہجری ہی میں سد سکندری تک جو کوہ قاف میں ہے پہونچ گیا، چنانچہ ۲۴۸ھ میں جبکہ خلیفہ عباسی واثق باللہ نے کچھ آدمیوں کو سد سکندری کا حال دریافت کرنے کے لیے بھیجا تو وہاں کے لوگوں کو حنفی المذہب پایا۔ تقریباً ایک ہزار سال سے اہل سنت کا ۷۵ فیصد سے زیادہ طبقہ امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کرتا چلا آ رہا ہے یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف کے ذریعہ بیان کردہ احکام ومسائل پر عمل کرتے چلے آ رہے ہیں۔

برصغیر میں عدم تقلید کا آغاز:

برصغیر میں جب سے اسلام نے قدم رکھا مسلمانوں کی بھاری اکثریت برابر حنفی المذہب اورامام اعظم ابوحنیفہؒ کی مقلد رہی، جب اسلامی حکومت کا چراغ گل ہوا اور ہندوستان میں انگریزی حکومت قائم ہوئی اور حکومتِ برطانیہ کی طرف سے مذہبی معاملات سے کوئی تعرض نہ رہا تب تیرہویں صدی ہجری میں جا بجا کچھ ایسے لوگوں نے نشو ونما پایا جوائمہ اربعہ کی تقلید کو محض بے اصل سمجھنے لگے، انھوں نے ابن حزمؒ، ابن قیمؒ اور قاضی شوکانیؒ کے خیالات سے واقفیت حاصل کی اور اہل ظواہر سے بھی متاثر ہوئے، بات بات میں حنفیوں سے اختلاف کر نے لگے اور مقلدین کو بدعتی ومشرک بلکہ کافر تک کہنے لگے۔

تقلید ائمہ پر کیے جانے والے اعتراضات کی حقیقت

اب ان اعتراضات کو زیر بحث لایا جارہا ہے جو عام طور سے تقلید پر کیے جاتے ہیں، منکرین تقلید کے اعتراضات کے جوابات ملاحظہ فرمانے سے پہلے ایک اصولی بات ذہن نشیں کر لیں:

تقلید کی دو قسمیں ہیں: تقلید مشروع و تقلید غیر مشروع۔ تقلید مشروع ایسے مسائل اجتہادیہ میں ہوتی ہے جن میں شرعاً اجتہاد کو دخل ہے اور جنہیں ایسے ائمہ دین نے قرآن وحدیث سے استنباط کیا ہو جو پوری طرح علمی و فقہی حیثیت سے اجتہاد کے اہل ہوں اور جن کا تقوی اور صدق واخلاص بھی شک وشبہ سے بالاتر ہو اور ان کی یہ صفات اجتہاد فی الدین اور استنباط مسائلِ شرعیہ کی اہلیت امت کے سوادِ اعظم کے نزدیک مسلم ہوں، بس تقلید کرنے والے اس طرح کے مسائل میں ائمہ کرام پر غایتِ اعتماد کی بنا پر ان کی تقلید کرتے ہیں اور در حقیقت یہی وہ تقلید ہے جو مستحسن بلکہ واجب ہے جس کا ثبوت قرآن وحدیث سے، اکابر امت کے عمل سے اور فقہاء محدثین کے اقوال سے ثابت ہے اور روز روشن کی طرح عیاں ہے جیسا کہ اس پر سیر حاصل بحث ہو چکی ہے۔ تقلید غیر مشروع اس کا نام ہے کہ ایسے مسائل میں کسی کا اتباع کیا جائے جو منصوص ہیں اور جن میں شرعاً اجتہاد کا دخل نہیں یا ان کا استنباط کرنے والا اجتہاد کی اہلیت نہیں رکھتا، مثلاً وہ دیندار یا سرے سے مسلمان ہی نہیں یا علم کے اس مرتبہ پر فائز نہیں جو اجتہاد کے لیے ضروری ہے، اس لیے اس طرح کی تقلید غلط بلکہ حرام ہے۔

اس تفصیل پر غور کرنے کے بعد غیر مقلدوں کے تقلید کے مسئلہ پر ہر قسم کے شبہات اور

اعتراضات کا اجمالی جواب نکل آتا ہے، بلکہ علماء اہل حدیث کے تمام اعتراضات اور شبہات محض ایک مغالطہ اور دھوکہ پر مبنی معلوم ہونے لگتے ہیں، کیونکہ مقلدین کے مقابلہ میں یہ لوگ دعویٰ تو کرتے ہیں تقلید مشروع ممنوع ہونے کا اور دعویٰ کے ثبوت میں دلائل وہ پیش کرتے ہیں جو تقلید غیر مشروع کے رد میں پیش کیے جانے چاہییں ، محض تعداد اور شمار بڑھانے کے لیے دلائل تو بہت ذکر کیے جاتے ہیں، مگر ان کی حقیقت اور وزن کا اعتبار کیا جا ئے تو معلوم ہو گا کہ وہ بہت ہی کم ہیں ، اس لیے یہاں پر چند اعتراضات ذکر کر کے جوابات تحریر کئے جا رہے ہیں۔

تقلید پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات

پہلا اعتراض: کہا جاتا ہے کہ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷۰ میں تقلید کی مذمت کی گئی ہے: "جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو ان احکام کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں، ہم تو اس طریق کی پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے، (حق تعالیٰ بطور رد فرماتا ہے) کیا ہر حالت میں اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے رہیں گے گو ان کے باپ دادا نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں اور نہ حق کی راہ پاتے ہوں۔"

جواب: یہ اعتراض سراسر مغالطہ ہے، کیونکہ جن لوگوں کی تقلید کی جاتی ہے وہ دو طرح کے ہو تے ہیں، ایک کفار اور دوسرے ائمہ مجتہدین۔ کفار کی تقلید حرام ہے اور اسی کا رد اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا ہے۔ اب رہی ائمہ مجتہدین کی تقلید جو عام طور پر مسلمانوں میں رواج پذیر ہے اس سے کسی بھی آیت یا حدیث میں منع نہیں کیا گیا ہے۔ نیز چاروں ائمہ کی تقلید قرآن وحدیث کی اتباع ہی ہے۔ غور فرمائیے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے باپ دادا کی تقلید کی مذمت کے دو سبب بیان فرمائے ہیں، ایک یہ کہ وہ لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کو برملا رد کرتے ہیں اور انھیں تسلیم نہ کرنے کا اعلان کرتے ہیں اور صاف صاف کہتے ہیں کہ ہم اس کے بجائے اپنے باپ دادا کی بات مانیں گے۔ دوسرے یہ کہ ان کے یہ بزرگ عقل و ہدایت سے بالکل کورے تھے اور ہم جس تقلید کی بات کر رہے ہیں اس میں یہ دونوں سبب نہیں پائے جاتے، پہلا سبب تو اس طرح نہیں پایا جاتا کہ کوئی بھی تقلید کرنے والا نعوذ باللہ اللہ ورسول کے احکام کو رد کر کے کسی امام کی بات کو ہرگز نہیں مانتا، بلکہ وہ اپنے

امام کوقرآن وحدیث کی وضاحت وشرح کرنے والا سمجھتا ہے، دوسرا سبب بھی ظاہر ہے کہ یہاں نہیں ہے، کیونکہ اس سے کوئی اہل حق انکار نہیں کرسکتا کہ مقلدین جن ائمہ مجتہدین کی تقلید کرتے ہیں ان سے کسی کوکتنا ہی اختلافِ رائے کیوں نہ ہومگر تمام مخالفین کے نزدیک بھی وہ حضرات ہر اعتبار سے جلیل القدر اور عظیم الشان شخصیتیں ہیں، لہٰذا ائمہ کی تقلید کو کافروں کی تقلید پر منطبق کرنا سراسر ظلم اور ہٹ دھرمی ہے۔

دوسرا اعتراض: کہا جاتا ہے کہ سورۃ التوبہ، آیت ۳۱ میں تقلید کو شرک کہا گیا ہے: "انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ تعالیٰ کے بجائے اپنا پروردگار بنالیا" اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی پیشوا کے اوامر ونواہی کی اتباع کرنا شرک ہے، لہٰذا ائمہ مجتہدین کی تقلید شرک ہوئی اور تقلید کرنے والے مشرک ہوئے۔

جواب: یہود ونصاری کے رہبان واحبار محض اپنی رائے سے احکام الٰہی کے خلاف لوگوں کو امر ونہی کیا کرتے تھے، یعنی وہ جس چیز کو چاہتے ضروری قرار دیتے اور جس کو چاہتے منع کردیتے تھے۔ اور لوگ ان کو مطاع مطلق جان کران کی پیروی کرتے تھے، اس لیے اس کو شرک کہا گیا ہے، لیکن ائمہ مجتہدین اپنی جانب سے کوئی امر ونہی نہیں کرتے ہیں اور نہ ان کو یہ حق حاصل ہے، بلکہ وہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بتاتے ہیں کہ کیا حلال ہے اور کیا حرام ہے۔ اس لیے ائمہ کی تقلید کو کافروں کی تقلید سے کوئی نسبت نہیں اور ائمہ کی تقلید کی مخالفت اس آیتِ کریمہ سے ہرگز نہیں نکلتی۔

تیسرا اعتراض: حضرت امام مالکؒ موطا میں مرسلاً روایت فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان پر عمل

کروگے ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری رسول اللہ ﷺ کی سنت۔ اس حدیث میں کتاب اللہ اور حدیث کو قابل عمل اور گمراہی سے بچنے کا ذریعہ قرار دینا اس امر کی دلیل ہے کہ ان دونوں کے ماسوا امام کے مسائل اجتہادیہ میں اس کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے۔

جواب: ائمہ مجتہدین قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی مسائل کا استنباط اور استخراج کرتے ہیں، وہ توریت یا زبور یا انجیل یا رامائن یا گیتا سے مسائل اخذ نہیں کرتے ہیں، لہٰذا ان کے بتائے ہوئے مسائل کو قبول کرنا عین قرآن وحدیث کی اتباع ہے۔

چوتھا اعتراض: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ ایک روز تورات کا ایک نسخہ لے کر حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ اے رسول خدا! یہ تورات کا نسخہ ہے، آپ خاموش رہے، انھوں نے پڑھنا شروع کیا، آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے ناراضگی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہوگئے (اس حدیث کے اخیر میں ہے) کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اگر تمہارے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم مجھ کو چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو تم سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤگے۔ (سنن الدارمی) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کا طریقہ چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے پیغمبر کی تقلید اور تابعداری جائز نہیں تو کسی امام یا مجتہد کی تقلید کس طرح جائز اور درست ہوسکتی ہے۔

جواب: حضرت موسیٰ علیہ السلام شریعت مستقلہ کے پیغمبر ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی شریعت حضرت موسیٰ کی شریعت کے لیے ناسخ ہے، اگر حضور اکرم ﷺ کے زمانہ میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی جاتی تو شریعت منسوخہ کی اتباع کرنا ہوتی جو شریعتِ محمدیہ کے انکار کو مستلزم ہے اور صریح کفر ہے، اور ائمہ مجتہدین کی تقلید میں قرآن وحدیث کی اتباع ہی ہے، اس لیے کہ یہ حضرات حضور اکرم ﷺ کے امتی ہیں، آپ کے فرمانبردار ہیں، قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کی تابعداری ہی کی غرض سے مسائل اجتہادیہ کا استنباط کرتے ہیں۔

پانچواں اعتراض: صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ میں تقلید کا وجود نہ تھا، لہٰذا یہ تقلید بدعت ہوئی، نیز صحابہ کرامؓ افضل امت ہیں اور ائمہ اربعہ ان مفضول ہیں، اگر تقلید جائز ہوتی تو بجائے ائمہ اربعہ کے صحابہ کرام کی تقلید رائج ہوتی۔

جواب: تعامل صحابہ وتابعین اور خیر القرون کے زمانہ میں تقلید کا پایا جانا اور اس کا رواج ثابت کیا جاچکا ہے، لہٰذا یہ کہنا کہ عہد صحابہ وتابعین میں تقلید نہ تھی سراسر غلط ہے۔ اب رہا ہمارا یہ دعویٰ کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی تقلید جائز ہے، سو اس کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عبارت پیش کی جاچکی ہے: "پہلی بات اس طرح رد کی گئی ہے کہ تقلید کے صحیح ہونے میں بالاجماع یہ اعتقاد رکھنا ضروری نہیں ہے کہ (میرا) امام باقی تمام ائمہ پر مطلقاً فضیلت رکھتا ہے اس لیے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ تمام امت میں افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں اور پھر حضرت عمر حالانکہ بہت سے مسائل اختلافیہ میں ان دونوں حضرات کے مخالف دوسرے حضرات کی تقلید کیا کرتے تھے اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا، لہٰذا یہ مسئلہ اجماعی ہوا۔" (عقد الجید، ص ۷۲) دوسری بات یہ ہے کہ صحابہ کرام کی تقلید اس لیے ہرگز ترک نہیں کی گئی کہ وہ افضل امت نہ تھے، بلکہ ان کی تقلید

اس لیے ترک کی گئی ہے کہ ان کے جملہ مسائل مجتہد فیہا مدون نہیں تھے، بخلاف ائمہ اربعہ کے، ان کے تمام مسائل مدون ہیں اور بآسانی میسر آسکتے ہیں اور ان پر عمل کرنا آسان ہے۔ حدیث کی مشہور ومعروف کتابیں صحابہ کرام نے تحریر نہیں کی ہیں، بلکہ ائمہ اربعہ کے بعد محدثین نے تحریر کی ہیں، جن کو پوری امت مسلمہ نے قبول کیا ہے۔ اسی طرح ائمہ اربعہ کی قرآن وحدیث فہمی کو امت مسلمہ نے تسلیم کیا ہے۔

چھٹا اعتراض: ائمہ مجتہدین خود اپنی تقلید سے منع کیا کرتے تھے، پھر ان کی تقلید کس طرح جائز ہوگی اور اسی طرح دوسرے فقہاء لوگوں کو اس سے روکتے تھے۔ اس شبہہ کے دو جواب دیے جاسکتے ہیں:

جواب اول: یہ کہنا کہ ائمہ مجتہدین خود اپنی تقلید سے منع کیا کرتے تھے، صحیح نہیں ہے، کیونکہ ائمہ کرام لوگوں کو جو فتوی دیا کرتے تھے ان کے فتووں میں دلائل تفصیل سے مذکور نہیں ہوتے تھے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ عملی طور پر تقلید کو جائز رکھتے تھے، اسی طرح فقہاء کرام سے بھی عملی طور پر تقلید ثابت ہے۔ اگر امام مجتہد کسی شخص کے سوال کا جواب دیتا ہے تو امام مجتہد کا مقصد واضح ہے کہ اس نے قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ جواب دیا ہے، لہٰذا اس پر عمل کرو۔

جواب ثانی: بعض ائمہ مجتہدین نے جہاں پر تقلید سے منع کیا ہے وہ ان لوگوں کو منع کیا ہے جو خود درجۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے تھے: امام شعرانی فرماتے ہیں: ”تقلید کی ممانعت اس شخص کے لیے ہے جو پورے طور پر مجتہد ہو، ورنہ علماء کرام تصریح کرتے ہیں کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے، تا کہ وہ اپنے دین میں گمراہ نہ ہو اور فقہاء کرام نے بھی تقلید مذموم اور غیر

مشروع سے منع کیا ہے نہ کہ تقلید محمود و مشروع سے۔(میزان الکبری، مطبوعہ مصر، ص ۸۰، ج ۱) صاحب الیواقیت والجواہر فرماتے ہیں: تقلید کی ممانعت مجتہد کے لیے ہے، ورنہ غیر مجتہد پر ایک امام کی تقلید واجب ہے، ورنہ وہ برباد و گمراہ ہو جائے گا۔(الیواقیت، ص ٦٩، ج ۲)

ساتواں اعتراض: غیر مقلدین حضرات تقلید کی ضرورت کا انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث آسان ہے، اس لیے ان سے احکام کے سمجھنے میں کسی کے واسطہ کی مطلق ضرورت نہیں، چنانچہ قرآن (سورۃ القمر، ۲۲) میں ہے: ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر. اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت کے لیے آسان بنا دیا ہے، کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے۔

جواب: اس آیت کے الفاظ پر غور فرمائیے تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ قرآن کی وہ آیات آسان ہیں جو وعظ و تذکیر اور نصیحت و عبرت کے مضامین پر مشتمل ہیں، یہی وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے "للذکر" کا لفظ استعمال کیا ہے، یعنی قرآن نصیحت کے لیے آسان کیا گیا ہے۔ رہیں وہ آیات جو احکام پر مشتمل ہیں سو ان کا دقیق ہونا بالکل ظاہر ہے، چنانچہ حدیث میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے، ان میں سے ہر ایک آیت کے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک باطنی اور ہر حد کے لیے اطلاع کا طریقہ جداگانہ ہے (یعنی ظاہری کے لیے عربی زبان اور باطنی کے لیے قوتِ فہم)۔(صحیح ابن حبان، طبرانی) صرف قرآن کریم کا اردو ترجمہ پڑھ کر انسان علوم قرآن و سنت کا ماہر نہیں بن جاتا کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں فقہاء و علماء و محدثین و مفسرین کے بیان کردہ احکام و مسائل کو غلط قرار دینے لگے جیسا کہ ان دنوں بعض حضرات کر رہے ہیں۔

آٹھواں اعتراض: غیر مقلدین حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ مقلدین جہاں کہیں اپنے امام کے قول کو حدیث کے خلاف بھی پاتے ہیں وہاں بھی وہ حدیث کے مقابلہ میں اس قول کو نہیں چھوڑتے، حالانکہ خود ان کے امام ابوحنیفہ کا قول ہے: ''اترکوا قولی بخبر الرسول'' یعنی جہاں کہیں میرے قول کو خبر رسول کے خلاف پاؤ اس کو چھوڑ دو۔

جواب: کسی بھی مسئلہ میں امام کا قول موجود ہو یا نہ ہو، حکم نبوی کے خلاف کرنا ایک مسلمان سے قطعاً بعید ہے۔ جو شخص رسول کو برحق جانتا ہو کیا وہ ایسا کرسکتا ہے اور اس قسم کی جرأت اس سے ممکن ہے کہ زید و عمرو کے ایسے قول پر جس کو فرمان نبوی کے خلاف جانتا ہو عمل کرے اور اس کے مقابلہ میں قول معصوم کو چھوڑ دے، مسلمانوں پر تو لازم و ضروری ہے کی آپ ﷺ ہی کا حکم مانیں اور اسی پر عامل ہوں اور آپ ﷺ کے فرمان کے مقابلہ میں کسی کی بھی بات نہ مانیں۔ رہی یہ بات کہ مقلدین ایسا ویسا کرتے ہیں، سو یہ غیر مقلدین کا بہتان عظیم ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہ فرمان انتہائی وسعت نظری اور اللہ کے خوف کی علامت ہے اور ان کے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ میں ہمیشہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہی احکام و مسائل بیان کرتا ہوں، لیکن خدانخواستہ اگر کوئی میرا فیصلہ قرآن وحدیث کے خلاف نظر آئے تو اسے چھوڑ کر قرآن وحدیث پر عمل کرنا۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ جو کچھ اس دور کے عالم دین نے سمجھا ہے وہ تو سب کا سب صحیح ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے جو بھی سمجھا ہے وہ سب کا سب غلط ہے۔ علماء احناف اور غیر مقلدین حضرات کے درمیان تمام مختلف فیہ مسائل میں سے کسی ایک مسئلہ میں بھی غیر مقلدین حضرات نے اپنی رائے کو غلط اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے کو صحیح نہیں قرار دیا ہے۔ غرضیکہ ان حضرات کا امام

ابوحنیفہؒ کا یہ قول ذکر کرنے کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ غلط اور ہم صحیح ہیں، جو کسی بھی حال میں قابل قبول نہیں ہے۔ یعنی عصر حاضر کے غیر مقلد عالم کو اپنی قرآن وحدیث فہمی پر اتنا یقین ہے کہ وہ اس طرح کی عبارت اپنے لیے استعمال نہیں کرتا بلکہ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور فقیہ ومحدث کے رائے کو باطل قرار دینے اور عوام الناس میں امام ابوحنیفہؒ سے نفرت پیدا کرنے کے لئے ان کی اس عبارت کو ذکر کرتا ہے۔ اکیسویں صدی کے عالم کی رائے کو حق اور ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف کی قرآن وحدیث پر مبنی رائے کو باطل قرار دینا امت مسلمہ میں فتنہ برپا کرنے کے مترادف ہے اور قرآن کے اعلان کے مطابق فتنہ پروری کسی کو ناحق قتل کرنے سے بھی بڑا گناہ ہے۔

فقہ سے متعلق ایک شبہ کا ازالہ: بعض غیر مقلدین حضرات فقہ سے نفرت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فقہ لوگوں نے اپنی طرف سے بنالیا ہے جو قرآن و حدیث کے خلاف ہے اور ائمہ مجتہدین کو برا بھلا کہتے ہیں، ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ یہ بات ان کی غلط اور جہالت پر مبنی ہے۔ ائمہ مجتہدین قرآن وحدیث پر ہی عمل کرتے ہیں اور قرآن وحدیث سے ہی مسائل جزئیہ کا استنباط کرتے ہیں۔ مثلاً رمضان کے روزے کی حالت میں قصداً صحبت کرنے سے کفارہ واجب ہوتا ہے جس کی وضاحت احادیث نبویہ میں مذکور ہے، لیکن اگر کوئی شخص قصداً بغیر کسی عذر کے رمضان کے روزے کی حالت میں کچھ کھا پی کر روزہ توڑ دے تو اس کا حکم قرآن وحدیث میں موجود نہیں ہے، لیکن علماء امت نے صحبت پر قیاس کر کے قصداً کچھ کھا پی کر روزہ توڑنے والے پر بھی کفارہ واجب ہونے کا فیصلہ فرمایا ہے۔ اسی کا نام فقہ ہے۔ غرضیکہ قرآن وحدیث کا سمجھنا فقہ کہلاتا ہے۔

فقہ کو سمجھنے سے قبل امام ابوحنیفہؒ کے ایک اہم اصول وضابطہ کو ذہن میں رکھیں کہ میں پہلے کتاب اللہ اور سنت نبوی کو اختیار کرتا ہوں، جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہیں ملتا تو صحابۂ کرام کے اقوال وعمل کو اختیار کرتا ہوں۔ اس کے بعد دوسروں کے فتاویٰ کے ساتھ اپنے اجتہاد وقیاس پر توجہ دیتا ہوں۔ جب مسئلہ قیاس واجتہاد پر آجاتا ہے تو پھر میں اپنے اجتہاد کو ترجیح دیتا ہوں۔ یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اپنا خود بنایا ہوا اصول نہیں ہے بلکہ اس مشہور حدیث کی اتباع ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو وصیت فرمائی تھی۔ اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہ اصول ہے کہ اگر مجھے کسی مسئلہ میں کوئی حدیث مل جائے خواہ اس کی سند میں کوئی ضعف بھی ہو تو میں اپنے اجتہاد وقیاس کو ترک کر کے اس کو قبول کرتا ہوں۔ قرآن وحدیث میں متعدد جگہ فقہ کا ذکر بھی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔ مشہور کتب حدیث (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد وغیرہ) کی تالیف سے قبل ہی امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے فقہ حنفی کو کتابوں میں مرتب کر دیا تھا۔ اگر واقعی فقہ قابل رد ہے تو مذکورہ کتب حدیث کے مصنفوں نے اپنی کتابوں میں فقہ کی تردید میں کوئی باب کیوں نہیں بنایا؟ یا کوئی دوسری مستقل کتاب فقہ کی تردید میں کیوں تصنیف نہیں کی؟ غرضیکہ یہ ان حضرات کی ہٹ دھرمی ہے ورنہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر مسائل کا استنباط کرنا ہی فقہ کہلاتا ہے، جسے جمہور محدثین ومفسرین وعلماء امت نے تسلیم کیا ہے۔ فقہ حنفی کا یہ خصوصی امتیاز ہے کہ سابقہ حکومتوں (خاص کر عباسیہ وعثمانیہ حکومت) کا ۸۰ فیصد قانون عدالت وفوجداری فقہ حنفی رہا ہے۔ یہ قوانین قرآن وحدیث کی روشنی میں بنائے گئے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امت مسلمہ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصہ سے چاروں ائمہ کی تقلید کے مسئلہ پر متفق چلی آرہی ہے۔ اور چاروں ائمہ کی تقلید قرآن وحدیث کی اتباع ہی ہے۔ فروعی مسائل میں امت مسلمہ کے اختلافات کو حق وباطل کی جنگ کی طرح لوگوں کے سامنے پیش نہ کیا جائے، بلکہ چاروں ائمہ کی قرآن وحدیث پر مبنی رائے کا مکمل احترام کیا جائے۔ امام حرم شیخ عبدالرحمٰن السدیس نے برصغیر کی اہم علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے سفر کے دوران فرمایا تھا کہ ان فروعی مسائل میں اختلاف کا حل نہ آج تک ہوا ہے اور نہ بظاہر ہوگا۔ سعودی عرب کے سابق بادشاہ شاہ عبداللہؒ نے نہ صرف امت مسلمہ کے تمام مکاتب فکر کو جوڑنے کے لئے خصوصی ہدایات جاری فرمائیں بلکہ اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان بھی اختلافات کم کرنے پر زور دیا اور اس سلسلہ میں انہوں نے لاکھوں ریال خرچ کر کے متعدد کانفرنسوں کا انعقاد کرایا۔ لہٰذا ہم اپنی صلاحیتیں فروعی مسائل میں امت مسلمہ کو تقسیم کرنے میں نہیں بلکہ امت کے درمیان اتحاد واتفاق پیدا کرنے میں لگائیں، جو وقت کی اہم ضرورت ہے ورنہ اسلام مخالف طاقتیں اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گی۔ امت مسلمہ کے تقریباً ۹۵ فیصد کو چاروں ائمہ کی رائے پر عمل کرنے دیں، جیسا کہ عرصہ دراز سے چلا آرہا ہے کیونکہ چاروں ائمہ کی تقلید کرنا قرآن وحدیث کی اتباع ہی ہے جیسا کہ دلائل کے ساتھ ذکر کیا گیا۔

امام ابوحنیفہؒ (۸۰ھ۔۱۵۰ھ) حیات اور کارنامے

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مختصر حالاتِ زندگی:

آپ کا اسم گرامی نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے۔آپ کی ولادت ۸۰ھ میں عراق کے کوفہ شہر میں ہوئی۔آپ فارسی النسل تھے۔آپ کے والد کا نام ثابت تھا اور آپ کے دادا نعمان بن مرزبان کابل کے اعیان واشراف میں بڑی فہم وفراست کے مالک تھے۔آپ کے پردادا مرزبان فارس کے ایک علاقہ کے حاکم تھے۔آپ کے والد حضرت ثابتؒ بچپن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں لائے گئے تو حضرت علیؓ نے آپ اور آپ کی اولاد کے لئے برکت کی دعا فرمائی جو ایسی قبول ہوئی کہ امام ابوحنیفہؒ جیسا عظیم محدث وفقیہ اور خداترس انسان پیدا ہوا۔ آپ نے زندگی کے ابتدائی ایام میں ضروری علم کی تحصیل کے بعد تجارت شروع کی لیکن آپ کی ذہانت کو دیکھتے ہوئے علم حدیث کی معروف شخصیت شیخ عامر شعبی کوفیؒ (۱۷ھ۔۱۰۴ھ)، جنہیں پانچ سو سے زیادہ اصحاب رسول کی زیارت کا شرف حاصل ہے، نے آپ کو تجارت چھوڑ کر مزید علمی کمال حاصل کرنے کا مشورہ دیا چنانچہ آپ نے امام شعبی کوفیؒ کے مشورہ پر علم کلام، علم حدیث اور علم فقہ کی طرف توجہ فرمائی اور ایسا کمال پیدا کیا کہ علمی وعملی دنیا میں امام اعظم کہلائے۔آپ نے کوفہ، بصرہ اور بغداد کے بے شمار شیوخ سے علمی استفادہ کرنے کے ساتھ حصول علم کے لئے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ملک شام کے متعدد اسفار کئے۔

ایک وقت ایسا آیا کہ عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کو ملک کے قاضی

ہونے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے معذرت چاہی تو وہ اپنے مشورہ پر اصرار کرنے لگا چنانچہ آپ نے صراحۃً انکار کر دیا اور قسم کھالی کہ وہ یہ عہدہ قبول نہیں کر سکتے، جس کی وجہ سے ۱۴۶ہجری میں آپ کو قید کر دیا گیا۔ امام صاحب کی علمی شہرت کی وجہ سے قید خانہ میں بھی تعلیمی سلسلہ جاری رہا اور امام محمدؒ جیسے محدث وفقیہ نے جیل میں ہی امام ابوحنیفہؒ سے تعلیم حاصل کی۔ امام ابوحنیفہؒ کی مقبولیت سے خوفزدہ خلیفۂ وقت نے امام صاحبؒ کو زہر دلوادیا۔ جب امام صاحبؒ کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو سجدہ کیا اور اسی حالت میں وفات پا گئے۔ تقریباً پچاس ہزار افراد نے نماز جنازہ پڑھی، بغداد کے خیزران قبرستان میں دفن کئے گئے۔ ۳۷۵ھ میں اس قبرستان کے قریب ایک بڑی مسجد "جامع الامام الاعظم" تعمیر کی گئی جو آج بھی موجود ہے۔ غرض ۱۵۰ھ میں صحابہ وبڑے بڑے تابعین سے روایت کرنے والا ایک عظیم محدث وفقیہ دنیا سے رخصت ہو گیا اور اس طرح صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے قاضی کے عہدہ کو قبول نہ کرنے والے نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا تاکہ خلیفۂ وقت اپنی مرضی کے مطابق کوئی فیصلہ نہ کرا سکے جس کی وجہ سے مولاءِ حقیقی ناراض ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت:

مفسر قرآن شیخ جلال الدین سیوطی شافعی مصریؒ (۸۴۹ھ-۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب "تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفةؒ " میں بخاری ومسلم ودیگر کتب حدیث میں وارد نبی اکرم ﷺ کے اقوال: {{{اگر ایمان ثریا ستارے کے قریب بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے بعض لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ (بخاری) اگر ایمان ثریا ستارے

کے پاس بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس میں سے اپنا حصہ حاصل کرلے گا۔ (مسلم) اگر علم ثریا ستارے پر بھی ہوگا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو حاصل کرلے گا۔ (طبرانی) اگر دین ثریا ستارہ پر بھی معلق ہوگا تو اہل فارس میں سے کچھ لوگ اس کو حاصل کرلیں گے۔ (طبرانی)}}} ذکر کرنے کے بعد تحریر فرمایا ہے کہ میں کہتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے امام ابوحنیفہؒ (شیخ نعمان بن ثابتؒ) کے بارے میں ان احادیث میں بشارت دی ہے اور یہ احادیث امام صاحب کی بشارت وفضیلت کے بارے میں ایسی صریح ہیں کہ ان پر مکمل اعتماد کیا جاتا ہے۔ شیخ ابن حجر الهیتمی المکی الشافعیؒ (۹۰۹ھ۔۹۷۳ھ) نے اپنی مشہور ومعروف کتاب "الخیرات الحسان فی مناقب امام ابی حنیفه" میں تحریر کیا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کے بعض تلامذہ نے فرمایا اور جس پر ہمارے مشائخ نے بھی اعتماد کیا ہے کہ ان احادیث کی مراد بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ ہیں اس لئے کہ اہل فارس میں ان کے معاصرین میں سے کوئی بھی علم کے اس درجہ کو نہیں پہنچا جس پر امام صاحب فائز تھے۔

وضاحت: ان احادیث کی مراد میں اختلاف رائے ہوسکتا ہے مگر عصر قدیم سے عصر حاضر تک ہر زمانہ کے محدثین وفقہاء وعلماء کی ایک جماعت نے تحریر کیا ہے کہ ان احادیث سے مراد حضرت امام حنیفہؒ ہیں۔ علماء شوافعؒ نے خاص طور پر اس قول کو مدلل کیا ہے جیسا کہ شافعی مکتبۂ فکر کے دو مشہور جید علماء ومفسر قرآن کے اقوال ذکر کیے گئے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت:

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (جو فن حدیث کے امام شمار کیے جاتے ہیں) سے جب امام ابوحنیفہؒ

کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو پایا، اس لئے کہ وہ ۸۰ ہجری میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہاں صحابۂ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن اوفیؓ موجود تھے، ان کا انتقال اس کے بعد ہوا ہے۔ بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ تھے اوران کا انتقال ۹۰ یا ۹۳ ہجری میں ہوا ہے۔ ابن سعدؒ نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ کہا جائے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے اور وہ طبقہ تابعین میں سے ہیں۔ نیز حضرت انس بن مالکؓ کے علاوہ بھی اس شہر میں دیگر صحابۂ کرام اس وقت حیات تھے۔

شیخ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ نے "عقود الجمان فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ" کے نویں باب میں ذکر کیا ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اس زمانہ میں پیدا ہوئے جس میں صحابۂ کرام کی کثرت تھی۔

اکثر محدثین (جن میں امام خطیب بغدادیؒ، علامہ نوویؒ، علامہ ابن حجرؒ، علامہ ذہبیؒ، علامہ زین العابدین سخاویؒ، حافظ ابونعیم اصبہانیؒ، امام دار قطنیؒ، حافظ ابن عبدالبرؒ اور علامہ ابن الجوزیؒ کے نام قابل ذکر ہیں) کا یہی فیصلہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا ہے۔

محدثین ومحققین کی تشریح کے مطابق صحابی کے لئے حضور اکرم ﷺ سے روایت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ دیکھنا بھی کافی ہے۔ اسی طرح تابعی کا معاملہ ہے کہ تابعی کہلانے کے لئے صحابی رسول سے روایت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ صحابی کا دیکھنا بھی کافی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے تو صحابۂ کرام کی ایک جماعت کو دیکھنے کے علاوہ بعض صحابۂ کرام خاص کر

حضرت انس بن مالک ؓ سے احادیث روایت بھی کی ہیں۔

غرضیکہ حضرت امام ابوحنیفہؒ تابعی ہیں اور آپ کا زمانہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ ہے اور یہ وہ زمانہ ہے جس دور کی امانت و دیانت اور تقویٰ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۱۰۰) میں فرمایا ہے۔ نیز نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ بہترین زمانوں میں سے ایک ہے۔ علاوہ ازیں حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات میں ہی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق بشارت دی تھی، جیسا کہ بیان کیا جا چکا، جس سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی تابعیت اور فضیلت روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے۔

صحابۂ کرام سے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روایات:

امام ابومعشر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری مقری شافعیؒ (متوفی ۴۷۸ھ) نے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی مختلف صحابۂ کرام سے روایات نقل کی ہے۔

(۱) حضرت انس بن مالک ؓ (۲) حضرت عبداللہ بن جزاء الزبیدیؓ (۳) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۴) حضرت معقل بن یسارؓ (۵) حضرت واثلہ بن الاسقعؓ (۶) حضرت عائشہ بنت عجردؓ۔

﴿وضاحت﴾: محدثین کی ایک جماعت نے ۸ صحابۂ کرام سے امام ابوحنیفہؒ کا روایت کرنا ثابت کیا ہے، البتہ بعض محدثین نے اس سے اختلاف کیا ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کے تابعی ہونے پر جمہور محدثین کا اتفاق ہے۔

فقہاء ومحدثین کی بستی۔ شہر کوفہ:

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت میں ملک عراق فتح ہونے کے بعد حضرت سعد بن ابی

وقاصؓ نے آپ کی اجازت سے ۱۷ ہجری میں کوفہ شہر بسایا، قبائل عرب میں سے فصحاء کو آباد کیا گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو وہاں بھیجا تاکہ وہ قرآن وسنت کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی فرمائیں۔ صحابۂ کرام کے درمیان حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی علمی حیثیت مسلّم تھی، خود صحابۂ کرام بھی مسائل شرعیہ میں ان سے رجوع فرماتے تھے۔ ان کے متعلق حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کتب حدیث میں موجود ہیں: ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کے طریق کو لازم پکڑو۔۔۔۔ جو قرآن پاک کو اُس انداز میں پڑھنا چاہے جیسا نازل ہوا تھا تو اُس کو چاہئے کہ ابن ام عبد (یعنی عبداللہ بن مسعودؓ) کی قرات کے مطابق پڑھے۔۔۔۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ علم سے بھرا ہوا ایک ظرف ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں اہل کوفہ کو قرآن وسنت کی تعلیم دی۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کے عہد خلافت میں جب دارالخلافت کوفہ منتقل کردیا گیا تو کوفہ علم کا گہوارہ بن گیا۔ صحابۂ کرام اور تابعین عظام کی ایک جماعت خاص کر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں نے اس بستی کو علم وعمل سے بھر دیا۔ صحابۂ کرام کے درمیان فقیہ کی حیثیت رکھنے والے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی ورثہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور استاذ شیخ حمادؒ اور مشہور تابعین شیخ ابراہیم نخعیؒ وشیخ علقمہؒ کے ذریعہ امام ابوحنیفہؒ تک پہونچا۔ شیخ حمادؒ صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ کے بھی سب سے قریب اور معتمد شاگرد ہیں۔ شیخ حمادؒ کی صحبت میں امام ابوحنیفہؒ ۱۸ سال رہے اور شیخ حمادؒ کے انتقال کے بعد کوفہ میں ان کی مسند پر امام ابوحنیفہؒ کو ہی بٹھایا گیا۔ غرضیکہ امام ابوحنیفہؒ حضرت

عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی ورثہ کے وارث بنے۔اسی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات اور ان کے فیصلہ کو ترجیح دیتے ہیں، مثلاً کتب احادیث میں وارد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات کی بناء پر امام ابوحنیفہؒ نے نماز میں رکوع سے قبل و بعد رفع یدین نہ کرنے کو راجح قرار دیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہدِ خلافت میں تدوینِ حدیث اور امام ابوحنیفہؒ:

خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (۶۱ھ-۱۰۱ھ) کے خاص اہتمام سے وقت کے دو جید محدث شیخ ابوبکر بن الحزمؒ (متوفی ۱۲۰ھ) اور محمد بن شہاب زہریؒ (متوفی ۱۲۵ھ) کی زیر نگرانی احادیث رسول کو کتابی شکل میں جمع کیا گیا۔اب تک یہ احادیث منتشر حالتوں میں زبانوں اور سینوں میں محفوظ چلی آ رہی تھیں۔ اسلامی تاریخ میں ان ہی دونوں محدث کو حدیث کا مدوّن اوّل کہا جاتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں عمومی طور پر احادیث لکھنے سے منع فرما دیا تھا تا کہ قرآن وحدیث ایک دوسرے سے مل نہ جائیں، البتہ بعض فقہاء صحابہ (جنہیں قرآن وحدیث کی عبارتوں کے درمیان فرق معلوم تھا) کو نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں بھی احادیث لکھنے کی محدود اجازت تھی۔خلفاء راشدین کے عہد میں جب قرآن کریم تدوین کے مختلف مراحل سے گزر کر ایک کتابی شکل میں امت مسلمہ کے ہر فرد کے پاس پہونچ گیا تو ضرورت تھی کہ قرآن کریم کے سب پہلے مفسر و خاتم النبیین وسید المرسلین حضور اکرم ﷺ کی احایث کو بھی مدون کیا جائے، چنانچہ احادیث رسول کا مکمل ذخیرہ جو منتشر اوراق اور زبانوں پر جاری تھا، انتہائی احتیاط کے ساتھ حضرت عمر بن

عبدالعزیزؒ کی عہد خلافت (۹۹ھ۔۱۰۱ھ) میں مرتب کیا گیا۔احادیث نبویہ کے اس ذخیرہ کی سند میں عموماً دو راوی تھے ایک صحابی اور تابعی۔ان احادیث کے ذخیرہ میں ضعیف یا موضوع ہونے کا احتمال بھی نہیں تھا۔نیز یہ وہ مبارک دور تھا جس میں اسماء الرجال کے علم کا وجود بھی نہیں آیا تھا اور نہ اس کی ضرورت تھی کیونکہ حدیث رسول بیان کرنے والے صحابۂ کرام اور تابعین عظام یا پھر تبع تابعین حضرات تھے اور ان کی امانت و دیانت اور تقویٰ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم (سورۂ التوبہ آیت نمبر ۱۰۰) میں فرمایا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کو انہیں احادیث کا ذخیرہ ملا تھا، چنانچہ انہوں نے قرآن اور احادیث کے اس ذخیرہ سے استفادہ فرما کے امت مسلمہ کو اس طرح مسائل شرعیہ سے واقف کرایا کہ ۱۳۰۰ سال گزر جانے کے بعد بھی تقریباً ۷۵ فیصد امت مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے اور ایک ہزار سال سے امت مسلمہ کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی تفسیر و تشریح اور وضاحت و بیان پر ہی عمل کرتی چلی آرہی ہے۔امام ابوحنیفہؒ کو احادیث رسول صرف دو واسطوں (صحابی اور تابعی) سے ملی ہیں بلکہ بعض احادیث امام ابوحنیفہؒ نے صحابۂ کرام سے براہ راست بھی روایت کی ہیں۔دو واسطوں سے ملی احادیث کو احادیث ثنائی کہا جاتا ہے جو سند کے اعتبار سے حدیث کی اعلیٰ قسم شمار ہوتی ہے۔بخاری و دیگر کتب حدیث میں ۲ واسطوں کی کوئی بھی حدیث موجود نہیں ہے، ۳ واسطوں والی یعنی احادیث ثلاثیات بخاری میں صرف ۲۲ ہیں، ان میں سے ۲۰ احادیث امام بخاریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے روایت کی ہیں۔

۸۰ھ سے ۱۵۰ھ تک اسلامی حکومت اور امام ابوحنیفہؒ:

امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ ہجری میں اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور حکومت میں

ہوئی، جس کا انتقال ۸۶ ہجری میں ہوا، اس کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبد الملک تخت نشین ہوا۔ ۱۰ سال حکمرانی کے بعد ۹۶ھ میں اس کا بھی انتقال ہو گیا پھر اس کا بھائی سلیمان بن عبد الملک جانشین بنا۔ ۳ سال کی حکمرانی کے بعد ۹۹ھ میں یہ بھی رخصت ہوا لیکن سلیمان بن عبد الملک نے اپنی وفات سے قبل حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کو اپنا جانشین مقرر کر کے ایسا کارنامہ انجام دیا جس کو تاریخ کبھی نہیں بھلا سکتی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا دور خلافت (۹۹ھ۔ ۱۰۱ھ) اگر چہ نہایت مختصر رہا مگر خلافت راشدہ کا زمانہ لوگوں کو یاد آ گیا حتیٰ کہ رعایا میں ان کا لقب خلیفۂ خامس (پانچواں خلیفہ) قرار پایا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے دورِ خلافت میں امام ابوحنیفہؒ کی عمر (۱۹۔ ۲۱) سال تھی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے کارناموں میں ایک اہم کارنامہ تدوین حدیث ہے جسکی تدوین کا مختصر بیان گزر چکا غرضیکہ تدوین حدیث کا اہم دور امام ابوحنیفہؒ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اسلامی دور کی دو بڑی حکومتوں (بنو امیہ اور بنو عباس) کو پایا۔ خلافت بنو امیہ کے آخری دور میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا حکمرانوں سے اختلاف ہو گیا تھا، جس کی وجہ سے آپ مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں سات سال رہے۔ خلافت بنو عباس کے قیام کے بعد آپ پھر کوفہ تشریف لے آئے۔ عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور حکومت کی مضبوطی اور پائیداری کے لئے امام ابوحنیفہؒ کی تائید و نصرت چاہتا تھا، جس کے لئے اس نے ملک کا خاص عہدہ پیش کیا مگر آپ نے حکومتی معاملات میں دخل اندازی سے معذرت چاہی کیونکہ حکمرانوں کے اغراض و مقاصد سے امام ابوحنیفہؒ اچھی طرح واقف تھے۔ اسی وجہ سے ۱۴۶ ہجری میں آپ کو جیل میں قید کر دیا گیا، لیکن جیل میں بھی آپ کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی اور وہاں بھی آپ نے قرآن

وحدیث اور فقہ کی تعلیم جاری رکھی چنانچہ امام محمدؒ نے جیل میں ہی آپ سے تعلیم حاصل کی۔ حکمرانوں نے اس پر ہی بس نہیں کیا بلکہ روزانہ ۲۰ کوڑوں کی سزا بھی مقرر کی (خطیب البغدادی ج ۱۳ص ۳۲۸)۔ ۱۵۰ھ میں امام صاحبؒ دارِ فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ کر گئے۔ امام احمد بن حنبلؒ امام ابوحنیفہؒ کے آزمائشی دور کو یاد کر کے رویا کرتے تھے اور ان کے لئے دعاء رحمت کیا کرتے تھے۔ (الخیرات الحسان ج ۱ص ۵۹)

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور علمِ حدیث:

امام ابوحنیفہؒ سے احادیث کی روایت کتب حدیث میں کثرت سے نہ ہونے کی وجہ سے بعض لوگوں نے یہ تأثر پیش کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی علم حدیث میں مہارت کم تھی حالانکہ غور کریں کہ جس شخص نے صرف بیس سال کی عمر میں علم حدیث پر توجہ دی ہو، جس نے صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا بہترین زمانہ پایا ہو، جس نے صرف ایک یا دو واسطوں سے نبی اکرم ﷺ کی احادیث سنی ہوں، جس نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر فقیہ صحابی کے شاگردوں سے ۱۸ سال تربیت حاصل کی ہو، جس نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا عہد خلافت پایا ہو جو تدوین حدیث کا سنہری دور رہا ہے، جس نے کوفہ، بصرہ، بغداد، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور ملک شام کے ایسے اساتذہ سے احادیث پڑھی ہو جو اپنے زمانے کے بڑے بڑے محدث رہے ہوں، جس نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ہزاروں مسائل کا استنباط کیا ہو، قرآن وحدیث کی روشنی میں کئے گئے جس کے فیصلے کو ہزار سال کے عرصہ سے زیادہ امت مسلمہ نیز بڑے بڑے علماء ومحدثین ومفسرین تسلیم کرتے چلے آئے ہوں، جس نے فقہ کی تدوین میں اہم رول ادا کیا ہو، جو صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی

وارث بنا ہو، جس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے فقہاء صحابہ کے شاگردوں سے علمی استفادہ کیا ہو، جس کے تلامذہ بڑے بڑے محدث، فقیہ اور امام وقت بنے ہوں تو اس کے متعلق ایسا تأثر پیش کرنا صرف اور صرف بغض وعناد اور علم کی کمی کا نتیجہ ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص حضرت ابوبکر صدیق ؓ، حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عثمان غنی ؓ کے متعلق کہے کہ ان کو علم حدیث سے معرفت کم تھی کیونکہ ان سے گنتی کی چند احادیث' کتب احادیث میں مروی ہیں۔ حالانکہ ان حضرات کا کثرت روایت سے اجتناب دوسرے اسباب کی وجہ سے تھا جس کی تفصیلات کتب میں موجود ہیں۔
غرضیکہ امام ابوحنیفہؒ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ عظیم محدث بھی تھے۔

امام ابوحنیفہؒ اور حدیث کی مشہور کتابیں:

احادیث کی مشہور کتابیں (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد بن حنبل وغیرہ) امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے تقریباً ۱۵۰ سال بعد تحریر کی گئی ہیں۔ ان مذکورہ کتابوں کے مصنفین امام ابوحنیفہؒ کی حیات میں موجود ہی نہیں تھے، ان میں سے اکثر امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ مشہور کتب حدیث کی تصنیف سے قبل ہی امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگردوں (قاضی ابویوسفؒ اور امام محمدؒ) نے امام ابوحنیفہؒ کے حدیث اور فقہ کے دروس کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا تھا جو آج بھی دستیاب ہیں۔ مشہور کتب حدیث میں عموماً چار یا پانچ یا چھ واسطوں سے احادیث ذکر کی گئی ہیں جبکہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس اکثر احادیث صرف دو واسطوں سے آئی تھیں، اس لحاظ سے امام ابوحنیفہؒ کو جو احادیث ملی ہیں وہ اصح الاسانید کے علاوہ احادیث صحیحہ، مرفوعہ، مشہورہ اور متواترہ کا مقام

رکھتی ہیں۔غرضیکہ جن احادیث کی بنیاد پر فقہ حنفی مرتب کیا گیا وہ عموماً سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ کی احادیث ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ:

امام ابوحنیفہؒ نے تقریباً چار ہزار مشائخ سے علم حاصل کیا، خود امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ میں نے کوفہ وبصرہ کا کوئی ایسا محدث نہیں چھوڑا جس سے میں نے علمی استفادہ نہ کیا ہو، تفصیلات کے لئے سوانح امام ابوحنیفہؒ کا مطالعہ کریں، امام ابوحنیفہؒ کے چند اہم اساتذہ حسب ذیل ہیں:

شیخ حماد بن ابی سلیمانؒ (متوفی ۱۲۰ھ): شہر کوفہ کے امام وفقیہ شیخ حمادؒ حضرت انس بن مالکؓ کے سب سے قریب اور معتمد شاگرد ہیں، امام ابوحنیفہؒ اُن کی صحبت میں ۱۸ سال رہے۔۱۲۰ ہجری میں شیخ حمادؒ کے انتقال کے بعد امام ابوحنیفہؒ ہی ان کی مسند پر فائز ہوئے۔ شیخ حمادؒ مشہور ومعروف محدث وتابعی شیخ ابراہیم نخعیؒ کے بھی خصوصی شاگرد ہیں۔علاوہ ازیں شیخ حمادؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علمی وارث اور نائب بھی شمار کئے جاتے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دوسری بڑی درسگاہ **شہر بصرہ** تھی جو امام المحدثین شیخ حسن بصریؒ (متوفی ۱۱۰ھ) کے علوم حدیث سے مالا مال تھی، یہاں بھی امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث کا بھرپور حصہ پایا۔

شیخ عطا بن ابی رباحؒ (متوفی ۱۱۴ھ): مکہ مکرمہ میں مقیم شیخ عطا بن ابی رباحؒ سے بھی امام ابوحنیفہؒ نے بھرپور استفادہ کیا۔ شیخ عطا بن ابی رباحؒ نے بے شمار صحابۂ کرام

خاصکر حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ام سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے استفادہ کیا تھا۔ شیخ عطاء بن ابی رباحؒ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے خصوصی شاگرد شمار کئے جاتے ہیں۔

شیخ عکرمہ بربریؒ (متوفی ۱۰۴ھ): یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے خصوصی شاگرد ہیں۔ کم وبیش ۷۰ مشہور تابعین ان کے شاگرد ہیں، امام ابوحنیفہؒ بھی ان میں شامل ہیں۔ مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ نے ان سے علمی استفادہ کیا۔

مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں سے حضرت سلیمانؒ اور حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؒ سے امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کی سماعت کی ہے۔ یہ ساتوں فقہاء مشہور ومعروف تابعین تھے۔ حضرت سلیمانؒ ام المؤمنین حضرت میمونہؓ کے پروردہ غلام ہیں جبکہ حضرت سالمؒ حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے ہیں جنہوں نے اپنے والد صحابی رسول حضرت عبداللہ عمرؓ سے تعلیم حاصل کی تھی۔

ملک شام میں امام اوزاعیؒ **اور امام مکحول**ؒ سے بھی امام ابوحنیفہؒ نے اکتساب علم کیا ہے۔

دیگر محدثین کے طرز پر امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کی سماعت کے لئے حج کے اسفار کا بھرپور استعمال کیا، چنانچہ آپ نے تقریباً ۵۵ حج ادا کئے۔ حج کی ادائیگی سے قبل وبعد مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں قیام فرما کر قرآن وسنت کو سمجھنے اور سمجھانے میں وافر وقت لگایا۔ بنوامیہ کے آخری عہد میں جب امام ابوحنیفہؒ کا حکمرانوں سے اختلاف ہوگیا تھا تو امام ابوحنیفہؒ نے تقریباً ۷ سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہ کر تعلیم وتعلم کے سلسلہ کو جاری رکھا۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ:

"سیرت النبی ﷺ" کے مصنف اول "علامہ شبلی نعمانیؒ" نے اپنی مشہور ومعروف کتاب "سیرۃ النعمان" میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے درس کا حلقہ اتنا وسیع تھا کہ خلیفۂ وقت کی حدودِ حکومت اس سے زیادہ وسیع نہ تھیں۔ سینکڑوں علماء ومحدثین نے امام ابوحنیفہؒ سے علمی استفادہ کیا۔ امام شافعیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص علم فقہ میں کمال حاصل کرنا چاہے اس کو امام ابوحنیفہؒ کے فقہ کی طرف رخ کرنا چاہیے، اور یہ بھی فرمایا کہ اگر امام محمدؒ (امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد) مجھے نہ ملتے تو شافعیؒ، شافعیؒ نہ ہوتا بلکہ کچھ اور ہوتا۔ امام ابوحنیفہؒ کے چند مشہور شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں جنہوں نے اپنے استاذ کے مسلک کے مطابق درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ قاضی ابویوسفؒ، امام محمد بن حسن الشیبانیؒ، امام زفر بن ہذیلؒ، امام یحییٰ بن سعید القطانؒ، امام یحییٰ بن زکریاؒ، محدث عبد اللہ بن مبارکؒ، امام وکیع بن الجراحؒ، اور امام داؤد الطائی وغیرہ۔

قاضی ابویوسفؒ (متوفی ۱۸۲ھ): آپ کا نام یعقوب بن ابراہیم انصاری ہے۔ ۱۱۳ھ یا ۱۱۷ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ امام ابو یوسفؒ کو معاشی تنگی کی وجہ سے تعلیمی سلسلہ جاری رکھنا مشکل ہو گیا تھا مگر امام ابوحنیفہؒ نے امام یوسفؒ اور ان کے گھر کے تمام اخراجات برداشت کر کے ان کو تعلیم دی۔ ذہانت، تعلیمی شوق اور امام ابوحنیفہؒ کی خصوصی توجہ کی وجہ سے قاضی ابو یوسفؒ ایک بڑے محدث وفقیہ بن کر سامنے آئے۔ فقہ حنفی کی تدوین میں قاضی ابو یوسفؒ کا اہم کردار ہے۔ عباسی دور حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ یہ پہلا موقع تھا جب کسی کو قاضی القضاۃ کے عہد پر فائز کیا گیا۔ امام ابوحنیفہؒ سے بعض

مسائل میں اختلاف بھی کیا لیکن پوری زندگی خاص کر قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہونے کے بعد فقہ حنفی کو ہی نشر کیا۔ مسلکِ امام ابوحنیفہؒ پر اصول فقہ کی سب سے پہلی کتاب تحریر فرمائی۔ ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔

امام محمد بن الحسن الشیبانیؒ (متوفی ۱۸۹ھ): آپ ۱۳۱ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے، پھر فقہاء و محدثین کے شہر کوفہ چلے گئے، وہاں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء کی صحبت پائی۔ امام ابوحنیفہؒ سے تقریباً دو سال جیل میں تعلیم حاصل کی۔ امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد قاضی ابویوسفؒ سے تعلیم مکمل کی، پھر مدینہ منورہ جا کر امام مالکؒ سے حدیث پڑھی۔ صرف بیس سال کی عمر میں مسند حدیث پر بیٹھ گئے۔ یہ فقہ حنفی کے دوسرے اہم بازو شمار کیے جاتے ہیں، اسی لئے امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کو صاحبین کہا جاتا ہے۔ امام محمدؒ کے بے شمار شاگرد ہیں لیکن امام شافعیؒ کا نام خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے۔ امام محمدؒ کی حدیث کی مشہور کتاب "مؤطا امام محمد" آج بھی ہر جگہ موجود ہے۔ امام محمدؒ کی تصنیفات بہت ہیں، فقہ حنفی کا مدار انہیں کتابوں پر ہے، ان کی مندرجہ ذیل کتابیں مشہور و معروف ہیں جو فتاویٰ حنفیہ کا مآخذ ہیں۔ **المبسوط. الجامع الصغیر. الجامع الکبیر. الزیادات. السیر الصغیر. السیر الکبیر.**

امام زفرؒ (متوفی ۱۵۸ھ): امام زفر بن ہذیلؒ ۱۱۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر میں علم حدیث سے خاص شغف و تعلق تھا، علامہ نوویؒ نے ان کو صاحب الحدیث میں شمار کیا ہے، پھر علم فقہ کی جانب توجہ کی اور اخیر عمر تک یہی مشغلہ رہا۔ بصرہ کے قاضی کے حیثیت سے بھی رہے۔ آپ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ فقہ حنفی کے

اہم ستون ہیں۔

امام یحییٰ بن سعید القطانؒ (متوفی ۱۹۸ھ): آپ ۱۲۰ہجری میں پیدا ہوئے۔ علامہ ذہبیؒ نے تحریر کیا ہے کہ فن اسماء الرجال (سند حدیث پر بحث کا علم) سب سے پہلے انہوں نے ہی شروع کیا ہے۔ پھر اس کے بعد دیگر حضرات مثلاً امام یحیٰ بن معینؒ نے اس علم کو با قاعدہ فن کی شکل دی۔ امام یحیٰ بن سعید القطانؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ سے علمی استفادہ کیا ہے۔

امام عبداللہ بن مبارکؒ (متوفی ۱۸۱ھ): یہ بھی امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ علم حدیث میں بڑی مہارت حاصل کی، یہاں تک کہ امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب ملا۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ کا قول ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے ذریعہ میری مدد نہ فرماتا تو میں ایک عام انسان سے بڑھ کر کچھ نہ ہوتا۔

تدوین فقہ:

عصر قدیم وجدید میں علم فقہ کی مختلف الفاظ کے ساتھ تعریف کی گئی ہے، مگر اُن کا خلاصۂ کلام یہ ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں احکام شرعیہ کا جاننا فقہ کہلاتا ہے۔ احکام شرعیہ کے جاننے کے لئے سب سے قبل قرآن کریم اور پھر احادیث کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث میں کسی مسئلہ کی وضاحت نہ ملنے پر اجماع وقیاس (یعنی قرآن وحدیث کی روشنی میں نئے مسائل کے لئے اجتہاد) کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

فقہ کو سمجھنے سے قبل، امام ابوحنیفہؒ کے ایک اہم اصول وضابطہ کو ذہن میں رکھیں کہ میں پہلے

کتاب اللہ اور سنت نبوی کو اختیار کرتا ہوں، جب کوئی مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول میں نہیں ملتا تو صحابۂ کرام کے اقوال وعمل کو اختیار کرتا ہوں۔ اس کے بعد دوسروں کے فتاویٰ کے ساتھ اپنے اجتہاد وقیاس پر توجہ دیتا ہوں۔ جب مسئلہ قیاس واجتہاد پر آجاتا ہے تو پھر میں اپنے اجتہاد کو ترجیح دیتا ہوں۔ یہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اپنا خود بنایا ہوا اصول نہیں ہے بلکہ اُس مشہور حدیث کی اتباع ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو وصیت فرمائی تھی۔ اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہؒ کا یہ اصول ہے کہ اگر مجھے کسی مسئلہ میں کوئی حدیث مل جائے خواہ اس کی سند میں کوئی ضعف بھی ہو تو میں اپنے اجتہاد وقیاس کو ترک کر کے اس کو قبول کرتا ہوں۔

فقہ کا دارومدار صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ذات اقدس پر ہے اور اس فقہ کی بنیاد وہ احادیث رسول ﷺ ہیں جن کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے صحابۂ کرام مسائل شرعیہ معلوم کرتے تھے۔ کوفہ شہر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قرآن وحدیث کی روشنی میں لوگوں کی رہنمائی فرماتے تھے۔ حضرت علقمہ بن قیس کوفیؒ اور حضرت اسود بن یزید کوفیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگرد ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ خود فرماتے تھے کہ جو کچھ میں نے پڑھا لکھا اور حاصل کیا وہ سب کچھ علقمہؒ کو دیدیا، اب میری معلومات علقمہؒ سے زیادہ نہیں ہے۔ حضرت علقمہؒ اور حضرت اسودؒ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم نخعی کوفیؒ مسند نشین ہوئے اور علم فقہ کو بہت کچھ وسعت دی یہاں تک کہ انہیں "فقیہ العراق" کا لقب ملا۔ حضرت ابراہیم نخعی کوفیؒ کے زمانے میں فقہ کا غیر مرتب ذخیرہ جمع ہوگیا تھا جو ان کے

شاگردوں نے خاصکر حضرت حماد کوفیؒ نے محفوظ کررکھا تھا۔حضرت حمادؒ کے اس ذخیرہ کو امام ابوحنیفہ کوفیؒ نے اپنے شاگردوں خاص کرامام یوسفؒ، امام محمدؒ اور امام زفرؒ کو بہت منظّم شکل میں پیش کردیا جوانہوں نے باقاعدہ کتابوں میں مرتب کردیا، یہ کتابیں آج بھی موجود ہیں۔اس طرح امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے دو واسطوں سے حقیقی وارث بنے اور امام ابوحنیفہؒ کے ذریعہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے قرآن وسنت کی روشنی میں جوسمجھا تھا وہ امت مسلمہ کو پہونچ گیا۔غرضیکہ فقہ حنفی کی تدوین اُس دور کا کارنامہ ہے جس کو رسول اللہ ﷺ نے خیر القرون قرار دیا اور احادیث رسول ﷺ مکمل حفاظت کے ساتھ اسی زمانہ میں کتابی شکل میں مرتب کی گئیں۔

﴿وضاحت﴾ ان دنوں بعض ناواقف حضرات فقہ کا ہی انکار کرنا شروع کردیتے ہیں حالانکہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر پڑھنا اور اس سے مسائل شرعیہ کا استنباط کرنا فقہ ہے۔نیز قرآن وحدیث میں متعدد جگہ فقہ کا ذکر بھی وضاحت کے ساتھ موجود ہیں۔مشہور کتب حدیث (بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ، طبرانی، بیہقی، مسند ابن حبان، مسند احمد بن حنبل وغیرہ) کی تالیف سے قبل ہی امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں نے فقہ حنفی کو کتابوں میں مرتب کردیا تھا۔اگر واقعی فقہ قابل رد ہے تو مذکورہ کتب حدیث کے مصنفوں نے اپنی کتاب میں فقہ کی تردید میں کوئی باب کیوں نہیں بنایا؟ یا کوئی دوسری مستقل کتاب فقہ کی تردید میں کیوں تصنیف نہیں کی؟ غرضیکہ یہ ان حضرات کی ہٹ دھرمی ہے ورنہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر مسائل کا استنباط کرنا ہی فقہ کہلاتا ہے جسے جمہور محدثین ومفسرین وعلماء امت نے تسلیم کیا ہے۔

﴿نقطہ﴾ فقہ حنفی کا یہ خصوصی امتیاز ہے کہ سابقہ حکومتوں (خاص کر عباسیہ وعثمانیہ حکومت) کا ۸۰ فیصد قانون عدالت وفوجداری فقہ حنفی رہا ہے اور آج بھی بیشتر مسلم مما لک کا قانون عدالت فقہ حنفی پر قائم ہے۔ یہ قوانین قرآن وحدیث کی روشنی میں بنائے گئے ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں:

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے دورانِ درس جو احادیث بیان کی ہیں انہیں شاگردوں نے حدثنا اور اخبرنا وغیرہ الفاظ کے ساتھ جمع کر دیا۔ امام ابوحنیفہؒ کے درسی افادات کا نام " کتاب الآثار " ہے، جو دوسری صدی ہجری میں مرتب ہوئی، اس زمانہ تک کتابوں کی تالیف بہت زیادہ عام نہیں تھی۔ " کتاب الآثار " اس دور کی پہلی کتاب ہے جس نے بعد کے آنے والے محدثین کے لئے ترتیب وتبویب کے راہ نما اصول فراہم کئے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے " کتاب الآثار " کے متعدد نسخوں کی نشاندہی کی ہے لیکن عام شہرت چار نسخوں کو حاصل ہے۔ ان نسخوں میں سے امام محمدؒ کی روایت کردہ کتاب کو سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی۔

" کتاب الآثار "	بروایت امام محمدؒ
" کتاب الآثار "	بروایت قاضی ابو یوسفؒ
" کتاب الآثار "	بروایت امام زفرؒ
" کتاب الآثار "	بروایت امام حسن بن زیادؒ

مسانید امام ابوحنیفہؒ: علماء کرام نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی پندرہ مسانید شمار کی ہیں جس میں ائمہ دین اور حفاظ حدیث نے آپ کی روایات کو جمع کر کے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا، ان

میں سے مسند امام اعظمؒ علمی دنیا میں مشہور ہے، جس کی متعدد شروحات بھی تحریر کی گئی ہیں۔
اس سلسلہ میں سب سے بڑا کام ملک شام کے امام ابوالموائد خوارزمیؒ (متوفی ٦٦٥ھ) نے کیا ہے جنہوں نے تمام مسانید کو بڑی ضخیم کتاب جامع المسانید کے نام سے جمع کیا ہے۔
حضرت امام ابوحنیفہؒ کے مشہور شاگرد امام محمدؒ کی مشہور و معروف کتابیں بھی فقہ حنفی کے اہم مآخذ ہیں۔

المبسوط. الجامع الصغير. الجامع الكبير. الزيادات. السير الصغير. السير الكبير.

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تقویٰ:

کتاب وسنت کی تعلیم اور فقہ کی تدوین کے ساتھ امام صاحبؒ نے زہد وتقویٰ اور عبادت میں پوری زندگی بسر کی۔ رات کا بیشتر حصہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رونے، نفل نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے میں گزارتے تھے۔ امام صاحبؒ نے علم دین کی خدمت کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ معاش کے لئے ریشم بنانے اور ریشمی کپڑے تیار کرنے کا بڑا کارخانہ تھا جو صحابی رسول ﷺ حضرت عمرو بن حریثؓ کے گھر میں چلتا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ کا تعلق خوشحال گھرانے سے تھا اس لئے لوگوں کی خاص طور سے اپنے شاگردوں کی بہت مدد کیا کرتے تھے۔ آپؒ نے ۵۵ حج ادا کئے۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شان میں بعض علماء امت کے اقوال:

☆ امام علی بن صالحؒ (متوفی ۱۵۱ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی وفات پر فرمایا: عراق کا مفتی اور فقیہ گزر گیا۔ (مناقب ذہبی ص ۱۸)

☆ امام مسعر بن کدامؒ (متوفی ۱۵۳ھ) فرماتے تھے کہ کوفہ کے دو شخصوں کے سوا کسی اور پر رشک نہیں آتا۔ امام ابوحنیفہؒ اور ان کا فقہ، دوسرے شیخ حسن بن صالحؒ اور ان کا زہد وقناعت۔ (تاریخ بغداد ج ۱۴ ص ۳۲۸)

☆ ملک شام کے فقیہ و محدث امام اوزاعیؒ (متوفی ۱۵۷ھ) فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ پیچیدہ مسائل کو سب اہل علم سے زیادہ جاننے والے تھے۔ (مناقب کردی ص ۹۰)

☆ امام داؤد الطائیؒ (متوفی ۱۶۰ھ) فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس وہ علم تھا جس کو اہل ایمان کے دل قبول کرتے ہیں۔ (الخیرات الحسان ص ۳۲)۔

☆ امام سفیان ثوریؒ (متوفی ۱۶۷ھ) کے پاس ایک شخص امام ابوحنیفہؒ سے ملاقات کر کے آیا۔ امام سفیان ثوریؒ نے فرمایا تم روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ کے پاس سے آرہے ہو۔ (الخیرات الحسان ص ۳۲)

☆ امام مالک بن انسؒ (متوفی ۱۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان ص ۲۸)

☆ امام وکیع بن الجراحؒ (متوفی ۱۹۵ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہ اور کسی کو نہیں دیکھا۔

☆ امام یحییٰ بن معینؒ (متوفی ۲۳۳ھ) امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور ان کی احادیث کے حافظ بھی تھے۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی بہت ساری احادیث سنی ہیں۔ (جامع بیان العلم، علامہ ابن البر، ج ۲ ص ۱۴۹)

☆ امام سفیان بن عینیہؒ (متوفی ۱۹۸ھ) فرماتے تھے کہ میری آنکھوں نے ابوحنیفہؒ جیسا انسان نہیں دیکھا۔ دو چیزوں کے بارے میں خیال تھا کہ وہ شہر کوفہ سے باہر نہ جائیں گی مگر وہ زمین کے آخری کناروں تک پہنچ گئیں۔ ایک امام حمزہؒ کی قرأت اور دوسری ابوحنیفہؒ کا فقہ۔ (تاریخ بغداد۔ ج ۱۳ ص ۳۴۷)

☆ امام شافعیؒ (متوفی ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ ہم سب علم فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں۔ جو شخص علم فقہ میں مہارت حاصل کرنا چاہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہوگا۔ (تاریخ بغداد ج ۲۳ ص ۱۶۱)

☆ امام بخاریؒ کے استاذ امام مکی بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ پرہیزگار، عالم آخرت کے راغب اور اپنے معاصرین میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے۔ (مناقب الامام ابی حنیفہؒ۔ شیخ موفق بن احمد مکیؒ)

☆ امام موفق بن احمد مکیؒ امام بکر بن محمد زرنجریؒ (متوفی ۱۵۲ھ) کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا ہے۔ (مناقب امام ابی حنیفہ)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے علوم کا نفع:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد آپ کے شاگردوں نے حضرت امام ابوحنیفہؒ کے قرآن وحدیث وفقہ کے دروس کو کتابی شکل دے کر ان کے علم کے نفع کو بہت عام کردیا، خاص کر جب آپ کے شاگرد قاضی ابویوسفؒ عباسی حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے تو انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کے فیصلوں سے حکومتی سطح پر عوام کو متعارف کرایا چنانچہ چند ہی سالوں میں فقہ حنفی دنیا کے کونے کونے میں رائج ہوگیا اور اس کے بعد یہ سلسلہ برابر جاری رہا حتی کہ عباسی وعثمانی حکومت میں مذہب ابی حنیفہؒ کو سرکاری حیثیت دے دی گئی چنانچہ آج ۱۲۰۰ سال گزر جانے کے بعد بھی تقریباً ۷۵ فیصد امت مسلمہ اس پر عمل پیرا ہے اور ایک ہزار سال سے امت مسلمہ کی اکثریت امام ابوحنیفہؒ کی قرآن وحدیث کی تفسیر وتشریح اور وضاحت وبیان پر ہی عمل کرتی چلی آرہی ہے۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلادیش اور افغانستان کے مسلمانوں کی بڑی اکثریت جو دنیا میں مسلم آبادی کا ۵۵ فیصد سے زیادہ ہے، اسی طرح ترکیا اور روس سے الگ ہونے والے ممالک نیز عرب ممالک کی ایک جماعت قرآن وحدیث کی روشنی میں امام ابوحنیفہؒ کے ہی فیصلوں پر عمل پیرا ہے۔

مصادر ومراجع:

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت پر جتنا کچھ مختلف زبانوں خاص کر عربی زبان میں تحریر کیا گیا ہے وہ عموماً دوسرے کسی محدث یا فقیہ یا عالم پر تحریر نہیں کیا گیا۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کی علمی و عملی خدمات کے قبول ہونے کی بظاہر علامت ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت کے مختلف پہلوں پر جو کتابیں تحریر کی گئی ہیں، ان میں سے بعض کے نام حسب ذیل ہیں۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب "تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفہؒ" سے خصوصی استفادہ کر کے اس مضمون کو تحریر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام مصنفوں کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ کی سوانح حیات سے متعلق بعض عربی کتابیں:

مناقب الامام الاعظم: شیخ ملا علی قاریؒ (متوفی ۱۰۱۴ھ)

ترجمۃ الامام الاعظم ابی حنیفۃؒ النعمان بن ثابت: امام خطیب بغدادیؒ (متوفی ۳۹۲ھ)

تبییض الصحیفۃ فی مناقب ابی حنیفۃؒ: علامہ جلال الدین سیوطی مصری شافعیؒ (متوفی ۹۱۱ھ)

تحفۃ السلطان فی مناقب النعمان: شیخ قاضی محمد بن الحسن بن کاس ابو القاسمؒ (متوفی ۳۲۴ھ)

عقود المرجان فی مناقب ابی حنیفہ النعمانؒ: شیخ ابو جعفر احمد بن محمد مصری الطحاویؒ (متوفی ۳۲۱ھ)

عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابوحنیفۃؒ النعمان: شیخ محمد بن یوسف صالحیؒ

(متوفی ۹۴۳ھ)

عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم ابوحنیفۃؒ النعمان: رسالہ مقدمہ لنیل درجۃ الماجستر۔

مولوی محمد ملا عبدالقادر الافغانیؒ

اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: شیخ قاضی ابی عبداللہ حسین بن علی الصیمریؒ (متوفی ۴۳۶ھ)

فضائل ابی حنیفۃ واخبارہ ومناقبہ: شیخ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد (المعروف ب ابی عوامؒ)

متوفی ۳۳۰ھ

شقائق النعمان فی مناقب ابی حنیفۃ النعمان: شیخ جاراللہ ابوالقاسم زمخشریؒ

(متوفی ۵۳۸ھ)

الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظمؒ ابی حنیفۃ النعمان: شیخ مفتی الحجاز شیخ شہاب الدین

احمد بن حجر ہیتمی مکیؒ (متوفی ۹۷۳ھ)

کتاب منازل الائمۃ الاربعۃ: امام ابوزکریا یحی بن ابراہیمؒ (متوفی ۵۵۰ھ)

مناقب الامام ابی حنیفۃؒ وصاحبیہ ابی یوسف ومحمد بن الحسن: امام حافظ ابی عبداللہ محمد بن احمد

عثمان ذہبیؒ (متوفی ۷۴۸ھ)

کتاب مکانۃ الامام ابی حنیفہؒ فی علم الحدیث: شیخ محمد عبدالرشید النعمانی الہندیؒ۔ تحقیق شیخ

عبدالفتاح ابوغدہؒ

ابوحنیفہ النعمان وآراؤہ الکلامیہ: شیخ شمس الدین محمد عبداللطیف مصریؒ

ابوحنیفہ النعمان (امام الائمہ الفقہاء): شیخ وہبی سلیمان غاوجیؒ

تانیب الخطیب علی ماساقہ فی ترجمۃ ابی حنیفہ من الاکاذیب: شیخ محمد زاہد بن الحسن الکوثریؒ

ابوحنیفہ۔حیاتہ وعصرہ۔آراوٴہ وفقہہ: شیخ محمد ابوزہرہؒ

مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃؒ (الجزء الاول والثانی): موفق بن احمد المکی، محمد بن محمد بن شہاب ابن البزازالکردیؒ۔

ائمۃ الفقہ الاسلامی: ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ، ابن حنبلؒ: شیخ نوح بن مصطفیٰ رومی حنفیؒ

مناقب الامام الاعظم ابی حنیفہؒ: شیخ موفق بن احمد الخوارزمیؒ

الجواہر المضیئۃ فی تراجم الحنفیہ: شیخ عبدالقادر القرشیؒ

حیاۃ ابی حنیفہؒ: شیخ سید عفیفیؒ

تحفۃ الاخوان فی مناقب ابی حنیفۃؒ: علامہ احمد عبدالباری عاموہ الحدیدیؒ

التعلیقات الحسان علی تحفۃ الاخوان فی مناقب ابی حنیفۃؒ: علامہ محمد احمد محمد عاموہؒ

عقود الجواہر المنیفۃ فی ادلۃ مذہب الإمام ابی حنیفۃؒ: علامہ محدث السید محمد مرتضیٰ الزبیدی حسینی حنفیؒ (متوفی ۱۲۰۵ھ)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سوانح حیات سے متعلق بعض اردو کتابیں:

سیرۃ النعمان: علامہ شبلی نعمانیؒ

سیرۃ ائمہ اربعۃ: قاضی اطہر مبارکپوریؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی: مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

مقام ابی حنیفہؒ مولانا سرفراز صفدر خانؒ

امام اعظم اور علم الحدیث: مولانا محمد علی صدیقی کاندھلویؒ

امام اعظم ابوحنیفہ: حالات وکمالات، ملفوظات ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانویؒ (ترجمۃ تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ)

تقلید ائمہ اور مقام امام ابوحنیفہؒ: مولانا محمد اسمٰعیل سنبھلیؒ (راقم الحروف کے حقیقی دادا محترم)

امام اعظم ابوحنیفہ، حیات وکارنامے: مولانا محمد عبدالرحمٰن مظاہریؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ پر ارجاء کی تہمت: مولانا نعمت اللہ اعظمی صاحب

علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام ومرتبہ: مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور معترضین (کشف الغمۃ بسراج الائمۃ): مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہان پوریؒ

فقاہت امام اعظم ابوحنیفہؒ: مولانا خدابخش صاحب ربانیؒ

ملفوظات امام ابوحنیفہؒ: مفتی محمد اشرف عثمانیؒ

حدائق الحنفیۃ (امام ابوحنیفہؒ سے ۱۳۰۰ھ ہجری تک دنیا بھر کے ایک ہزار سے زائد حنفی علماء وفقہاء کا ذکر): مولوی فقیر احمد جہلمیؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ۱۰۰ سو قصے: مولانا محمد اویس سرورؒ

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حیرت انگیز واقعات: مولانا عبدالقیوم حقانیؒ

امام ابوحنیفہ کی تابعیت اور صحابہؓ سے ان کی روایت: مولانا عبدالشہید نعمانیؒ

امام اعظم ابوحنیفہؒ شہید اہل بیتؒ: مفتی ابوالحسن شریف اللہ الکوثریؒ

الطریق الاسلم۔ اردو شرح مسند الامام الاعظم: مولانا محمد ظفر اقبال صاحبؒ

امام ابوحنفیہؒ کی محدثانہ حیثیت: مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمیؒ۔ مولانا مفتی نعمت حقانیؒ

امام ابوحنیفہؒ کا عادلانہ دفاع (علامہ کوثریؒ کی کتاب تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ): فظ عبدالقدوس خانؒ

حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ (شیخ ابوزہرہ مصریؒ کی عربی کتاب کا ترجمہ): پروفیسر غلام احمد حریریؒ

حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سوانح حیات سے متعلق انگریزی زبان میں بھی متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں لیکن علامہ شبلی نعمانیؒ کی کتاب Imam Abu Hanifah: Life and Works کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

اعلاء السنن: عصر حاضر کے جید عالم ومحدث شیخ ظفر احمد عثانی تھانویؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور ان کے شاگردوں سے منقول تمام مسائل فقیہ کو ۲۲ جلدوں میں احادیث نبویہ سے مدلل کیا ہے۔ ملک شام کے مشہور حنفی عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ (متوفی ۱۴۱۷ھ) نے اس کتاب کی تقریظ تحریر فرمائی ہے۔ عربی زبان میں تحریر کردہ اس عظیم کتاب کی ۲۲ ضخیم جلدیں ہیں جو عرب وعجم میں آسانی سے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

AUTHOR'S BOOKS

IN URDU LANGUAGE:

حج مبرور، مختصر حج مبرور، حی علی الصلاۃ، عمرہ کا طریقہ، تحفۂ رمضان، معلومات قرآن، اصلاحی مضامین جلد ۱،
اصلاحی مضامین جلد ۲، قرآن وحدیث: شریعت کے دو اہم ماخذ، سیرت النبی ﷺ کے چند پہلو،
زکوۃ وصدقات کے مسائل، فیملی مسائل، حقوق انسان اور معاملات، تاریخ کی چند اہم شخصیات، علم وذکر

IN ENGLISH LANGUAGE:

Quran & Hadith - Main Sources of Islamic Ideology
Diverse Aspects of Seerat-un-Nabi
Come to Prayer, Come to Success
Ramadan - A Gift from the Creator
Guidance Regarding Zakat & Sadaqaat
A Concise Hajj Guide
Hajj & Umrah Guide
How to perform Umrah?
Family Affairs in the Light of Quran & Hadith
Rights of People & their Dealings
Important Persons & Places in the History
An Anthology of Reformative Essays
Knowledge and Remembrance

IN HINDI LANGUAGE:

क़ुरान और हदीस - इस्लामी आइडयोलॉजी के मैन सोर्स
सीरतुन नबी के मुख़्तलफि पहलू
नमाज़ के लिए आओ, सफलता के लिए आओ
रमज़ान - अल्लाह का एक उपहार
ज़कात और सदक़ात के बारे में गाइडेंस
हज और उमराह गाइड
मुख़्तसर हज्जे मबरूर
उमरह का तरीका
पारविारकि मामले क़ुरान और हदीस की रोशनी में
लोगों के अधकिार और उनके मामलात
महत्वपूर्ण वयक्ति और स्थान
सुधारात्मक निबंध का एक संकलन
इल्म और ज़िक्र

First Islamic Mobile Apps of the world in 3 languages
(Urdu, Eng.& Hindi) in iPhone & Android by Dr. Mohammad Najeeb Qasmi

DEEN-E-ISLAM HAJJ-E-MABROOR